ولادت نبی صلی اللہ علیہ وسلم

جشن حصول وماتم ضیاع

پھر آہ! تم اس کے آنے کی خوشیاں تو مناتے ہو، پر اس کے ظہور کے مقصد سے غافل ہو گئے ہو، اور وہ جس غرض کے لیے آیا تھا، اس کے لیے تمہارے اندر کوئی ٹیس اور چھبن نہیں؟ یہ ماہ ربیع الاول اگر تمہارے لیے خوشیوں کی بہار ہے تو صرف اس لیے کہ اس مہینے میں دنیا کی خزان وضلالت ختم ہوئی اور کلمہ ٔ حق کا موسم ربیع شروع ہوا، پھر آج دنیا کی عدالت سموم ضلالت کے جھونکوں سے مرجھا گئی ہے تو اے غفلت پرستو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ بہار کی خوشیوں کی رسم تو مناتے ہو مگر خزاں کی پامالیوں پر نہیں روتے؟ تم ربیع الاول میں آنے والے کی یاد اور محبت کا دعویٰ رکھتے ہو اور مجلسیں منعقد کر کے اس کی مدح وثنا کی صدائیں بلند کرتے ہو لیکن تمہیں کبھی یاد نہیں آتا کہ جس کی یاد کا تمہاری زبان دعویٰ کرتی ہے اس کی فراموشی کے لیے تمہارا عمل گواہ ہے اور جس کی مدح وثنا میں تمہاری صدائیں زمزمہ سرا ہوتی ہیں اس کی عزت کو تمہارا وجود بٹہ لگا رہا ہے؟؟ وہ دنیا میں اس لیے آیا تھا تاکہ انسانوں کو انسانی بندگی سے ہٹا کر صرف اللہ کی عبودیت کی صراط مستقیم پر چلائے، اور غلامی کی ان تمام زنجیروں سے ہمیشہ کے لیے نجات دلا دے جن کے بڑے بڑے بوجھل حلقے انہوں نے ڈال لیے تھے۔

مولانا ابو الکلام آزاد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ید اللہ علی الجماعۃ

حق کا داعی اور مسلک سلف کا ترجمان

ماہنامہ

الجماعۃ

خصوصی شمارہ

دسمبر ۲۰۱۶ء / ربیع الاول ۱۴۳۸ھ

سرپرست عبدالسلام سلفی

مدیر مسئول سعید احمد بستوی

مدیر محمد مقیم فیضی

نائب مدیر عبدالحکیم عبدالمعبود مدنی

مجلس ادارت

- عنایت اللہ مدنی
- عبدالواحد انور یوسفی
- عبیداللہ سلفی
- عبدالمعید مدنی (مہسلہ)
- عبدالجبار سلفی
- ڈاکٹر عبدالمبین خان

بدل اشتراک......فی شمارہ: 15 روپئے • سالانہ: 150 روپئے

پتہ

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو- ایل. بی. ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 70.

Phone : 022-26520077 / Fax : 022-26520066 • ahlehadeesmumbai@gmail.com

@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai

www.ahlehadeesmumbai.org • aljamaahmonthly@gmail.com

نگارشات

حلقۂ قرآن

درس قرآن

محمد ایوب اثری

(لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ)(آل عمران: ۱۶۴)

ترجمہ: بے شک مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے بعثت نبوی ﷺ کے مقاصد کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ ہی کی ذات مبارکہ سے جڑا ہوا ایک مسئلہ جو مسلسل نزاع کا سبب بنا ہوا ہے اس کی وضاحت فرمائی ہے اور وہ مسئلہ ہے ''نور اور بشر کا'' مسلمانوں میں ایک طبقہ اس بات پر بضد ہے کہ آپ ﷺ بشر (یعنی انسان) نہیں بلکہ نور تھے اور دلیل میں قرآنی آیت (يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا)(نساء: ۱۷۴)

اے لوگو! تمہارے پاس رب کی طرف سے سند اور دلیل آپہونچی اور ہم نے تمہاری جانب واضح اور صاف نور اتار دیا ہے۔ اور دوسری آیت (قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ)(مائدہ: ۱۵) ''تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور واضح کتاب آچکی ہے'' پیش کرتے ہیں۔

جبکہ اس آیت میں علماء تفسیر کا راجح قول یہ ہے کہ یہاں پر نور سے مراد قرآن مجید ہے اور نور اور کتاب مبین دونوں قرآن کے لئے استعمال ہوئے ہیں اور اس نظرئے کی اہم دلیل آیت کے بعد والا سیاق ہے جس میں اللہ فرماتا ہے: (يهدي به الله) کہ اس کے ذریعے سے اللہ ہدایت فرماتا ہے اس آیت میں اگر نور سے مراد قرآن کے بجائے محمد ﷺ ہوتے تو (يهدي بهما الله) کے الفاظ ہوتے مگر چونکہ وہاں نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد قرآن حکیم ہے (تفسیر ابن کثیر وتفسیر سعدی) اس لئے ضمیر مفرد آئی ہے۔

اسی طرح اس غلط عقیدے کے اثبات کے لئے ایک حدیث بھی بیان کرتے ہیں کہ ''اول ماخلق الله نور نبيك'' یعنی اللہ نے سب سے پہلے تیرے نبی ﷺ کا نور پیدا کیا اور پھر اس نور سے ساری کائنات پیدا کی حدیث بڑی لمبی ہے طوالت کی وجہ سے متن حدیث کو ذکر نہیں کیا جارہا ہے اور اس حدیث کو حوالے کے طور پر مصنف عبدالرزاق کی طرف منسوب کیا جاتا ہے لیکن مصنف عبدالرزاق کی گیارہ جلدوں میں کہیں یہ حدیث موجود نہیں ہے اسی طرح دیگر حدیث کے کسی بھی مستند مجموعے میں بھی موجود نہیں ہے اور صحیح حدیث کے خلاف بھی ہے جس میں اول مخلوق قلم کو قرار دیا گیا ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ان اول ماخلق الله القلم'' کہ اللہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا (ابوداؤد، ترمذی) اسی طریقے سے مشرکین مکہ بھی اس بات کو ماننے کیلئے تیار نہ تھے کہ ہم جیسا انسان رسول کیسے ہوسکتا ہے کیا اللہ کے پاس فرشتوں کی کمی تھی اللہ نے ان کی

بات اپنے کلام میں یوں نقل فرمائی ہے(وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡۤا اِذۡ جَآءَهُمُ الۡهُدٰٓى اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡۤا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوۡلًا ○ قُلْ لَّوۡ كَانَ فِى الۡاَرۡضِ مَلٰۤٮِٕكَةٌ يَّمۡشُوۡنَ مُطۡمَٮِٕنِّيۡنَ لَنَزَّلۡنَا عَلَيۡهِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوۡلًا)(بنی اسرائیل: ۹۴-۹۵)

لوگوں کے پاس ہدایت پہونچ چکنے کے بعد ایمان سے روکنے والی صرف یہی چیز رہی کہ انہوں نے کہا کیا اللہ نے ایک انسان کو ہی رسول بنا کر بھیجا؟ آپ کہہ دیں کہ اگر زمین میں فرشتے چلتے پھرتے اور رہتے بستے ہوتے تو ہم بھی ان کے پاس کسی آسمانی فرشتے ہی کو رسول بنا کر بھیجتے (یعنی کسی انسان کا رسول ہونا کفار و مشرکین کے لئے سخت تعجب کی بات تھی وہ یہ بات مان کر نہیں دیتے تھے کہ ہمارے جیسا انسان جو ہماری طرح چلتا پھرتا ہے ہماری طرح کھاتا پیتا ہے ہماری طرح انسانی رشتوں میں منسلک ہے وہ رسول بن جائے۔ یہی استعجاب ان کے ایمان میں مانع رہا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب زمین میں انسان بستے ہیں تو ان کی ہدایت کیلئے رسول بھی انسان ہی ہوں گے غیر انسان رسول انسانوں کی ہدایت کا فریضہ انجام دے ہی نہیں سکتا ہاں اگر زمین میں فرشتے بستے ہوتے تو ان کے لئے رسول بھی یقیناً فرشتے ہی ہوتے۔

جبکہ آپ ﷺ کی بشریت کے تعلق سے قرآن کریم کی متعدد آیات اور آپ ﷺ کی احادیث صحیحہ اس بات کی وضاحت کررہی ہیں کہ آپ ﷺ نور نہیں بشر تھے بلکہ اس مسئلے کی وضاحت کیلئے اللہ تعالیٰ نے خود آپ ﷺ کی زبانی کہلوایا: (قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ يُوۡحٰٓى اِلَىَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ)(کہف: ۱۱۰) آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں ہاں میری جانب وحی کی جاتی ہے کہ سب کا معبود صرف ایک معبود ہے، اسی طرح دوسری جگہ ارشاد فرمایا: (قَالَتۡ لَهُمۡ رُسُلُهُمۡ اِنۡ نَّحۡنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ...الخ) (ابراہیم: ۱۱) ان کے پیغمبروں نے ان سے کہا کہ یہ تو سچ ہے کہ ہم تم جیسے ہی انسان ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنا فضل کرتا ہے (اس آیت میں بھی اللہ نے رسولوں کی زبانی کہلوایا کہ یقیناً ہم تمہارے جیسے بشر ہی ہیں لیکن تمہارا یہ سمجھنا غلط ہے کہ بشر رسول نہیں ہوسکتا اللہ تعالیٰ انسانوں کی ہدایت کے لئے انسانوں میں سے ہی بعض انسانوں کو وحی ورسالت کے لئے چن لیتا ہے اور تم سب میں سے یہ احسان اللہ نے ہم پر فرمایا ہے۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''انما انا بشر مثلکم انسیٰ کماتنسون''(بخاری ومسلم) میں تم ہی جیسا ایک بشر ہوں مجھ سے بھی بھول چوک ہوتی ہے جیسے تم بھولتے ہو دراصل ایک مسئلہ کی وضاحت میں آپ ﷺ نے یہ فرمایا اور وہ مسئلہ تھا نماز کا آپ ﷺ نے چار رکعت کے بجائے پانچ رکعت پڑھا دیں تو صحابہ نے جب آپ کو یاد دلایا تو اس وقت آپ نے یہ فرمایا کہ میں تم ہی جیسا ایک بشر ہوں مجھ سے بھی بھول چوک ہوتی ہے جیسے تم بھولتے ہو تو جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد دلا دیا کرو۔

قارئین کرام: مذکورہ بالا نصوص کی روشنی میں یہ مسئلہ بالکل واضح ہے کہ آپ ﷺ بشر تھے نہ کہ نور اور جن کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ بشر نہیں بلکہ نور تھے ان کے حق میں ہماری اللہ تعالیٰ سے یہ دعا ہے کہ اللہ انہیں قرآن وسنت کی روشنی میں اپنے اس غلط عقیدے کی اور اس قسم کے دیگر غلط عقائد کی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اللهم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه.

(آمین یارب العالمین)

❖ ❖ ❖

اداریہ

زمینی حقائق اور مسلمان

محمد مقیم فیضی

دہائیاں بیت گئیں مگر مسلمان آج تک وہی پرانی لکیریں پیٹے چلا جارہا ہے، پدرم سلطان بود کے احساسات تو شاید اب کمزور ہو چلے ہیں مگر نعروں میں اب بھی وہی گرمجوشی ہے، اگر لفظوں سے کوئی دنیا آباد کی جاسکتی تو اس دنیا میں مسلمانوں کے پاس کئی جنتیں اور بے شمار محلات وقصور ہوتے اور دنیا کے سارے جابر اور ڈکٹیٹران کے سامنے دست بستہ باادب باملاحظہ کھڑے نظر آتے، آج مسلمانوں کا وہی ماجرا ہے جو ماضی میں کسی عرب قبیلے پر گزرا تھا کہ کسی دوسرے قبیلے کے دبنگوں نے اس پر دھاوا بولا اور اس کے سارے اونٹ ہانک لے گئے، جب قبیلے والوں کو پتہ چلا تو انھوں نے رکھوالے سے پوچھا کہ میاں کیا ہوا؟ اس نے جواب دیا "اودوا بالابل" وہ لوگ سب اونٹ لے گئے! مگر تم نے کیا کیا؟ "أوسعتهم سبا" میں نے انہیں جی بھر کے گالیاں دیں۔ ان دنوں مسلمان ماشاء اللہ اچھے خاصے سرگرم نظر آرہے ہیں، جلسے خوب ہورہے، کہیں کہیں ریلیاں بھی کسی مسئلے پر نکلی ہیں، اتحاد کے مظاہرے جابجا ہورہے اور اتحاد کے نام پر کچھ لوگوں میں عجیب وغریب تنازلات دیکھنے اور سننے کو مل رہے ہیں۔ جو دس کو مانتے ہیں وہ گیارہویں کو مان لیں ان کا کیا جاتا ہے، دشواریاں اور محالات تو ان کے لئے ہیں جو صرف ایک ہی کو مانتے ہیں، ان کے سامنے تو تنازل کا راستہ مسدود ہے۔

سیاسی مصلحتوں کے تقاضے پورے کرنے کے لئے دینی مداہنت کی تاریخ کچھ حلقوں میں پرانی ہے، جو نہیں جانتے انہیں بڑا تعجب ہوتا ہے، ثوابت ومسلمات کی پابندی تو وہاں ہوتی ہے جہاں اصولوں کے لئے بڑی سی بڑی قربانی پیش کرنے کا جذبہ عقیدے میں داخل ہوتا ہے، بات جلسوں کی ہورہی تھی جو تحفظ شریعت کے نام پر منعقد ہورہے ہیں اور حکومت کی جانب سے مسلم پرسنل لاء کو نشانا بنانے اور یونیفارم سیول کورڈ کے لئے راہ ہموار کرنے کے تناظر میں ملک کے طول وعرض میں ہورہے ہیں، اہل سنت کے تمام مکاتب فکر کے لوگ اس کے لئے پرجوش ہیں۔ اور یہ خوش آئند بات ہے۔ مگر ہر اس شخص کے لئے یہ صورت حال لمحہ فکریہ ہے جو غور وفکر کی صلاحیت رکھتا ہو کہ جہاں دوسرے لوگ اپنے اپنے نظریات کی کامیابی کے لئے دقیق ترین منصوبہ بندی کرکے شب وروز جدوجہد میں لگے ہوئے ہیں اور انتھک کام کئے جارہے ہیں وہیں مسلمان ابھی تک خوشنما ماضی کے خوابوں اور تصورات سے باہر نہیں آسکا ہے، وہ اپنے کارناموں سے خالی صفحات کو اسلاف کے تاریخی کارناموں سے پر کرنا چاہتا ہے، ہمارے رہبران ملت اور زعمائے قوم لفظوں کے شاہ ہیں، ان میں سے بعض کے ایک ایک جملے پر ملت تالیوں سے فدا ہوجاتی ہے، نعرۂ تکبیر اور نعرۂ رسالت سے آسمان سر پر اٹھالیا جاتا ہے، اور جلسوں کے اختتام کے بعد مونگیری لال کے سپنوں کی طرح ظالم حقیقت کے تلخ گھونٹ بڑے تکلیف دہ لگتے ہیں۔ اسی طرح کے ایک جلسے میں چند دنوں پہلے شرکت کا موقع ملا، ہمیں اس بات سے انکار نہیں کہ کچھ مقررین نے سنجیدہ

باتیں بھی پیش کیں جو ملت کے مفاد میں بڑے کام کی ہوسکتی ہیں مگر ان پر ایک بھی تالی نہیں بجی، ہاں جن خطیبوں کے نام پر لوگوں کا اژدہام تھا اور جن کے ہر چار چھ جملوں کے بعد تالیاں پیٹی جارہی تھیں ان کی سطحیت اور کھوکھلی جذباتیت پر بڑا افسوس ہوا انھوں نے اپنے الفاظ کے ذریعہ وزیراعظم مودی سے لیکر آر ایس ایس کے تمام چھوٹے بڑوں کو ڈھیر اور چاروں شانے چت کردیا، دل کے پھپھولے یوں پھوڑتے رہے جیسے اسی عمل سے ملت کا بیڑا پار ہوجائے گا! ایک بزرگ فرمانے لگے ہمارے فلاں بزرگ نے انگریزوں کے خلاف لڑائی میں یوں حصہ لیا، فلاں یوں جیل گئے، اور فلاں کو ایسے شہر بدر کیا گیا جبکہ میں چیلنج کرتا ہوں کہ آر ایس ایس اپنا ایک آدمی بھی ایسا پیش نہیں کرسکتی جس نے ملک کی جنگ آزادی میں حصہ لیا ہو!

ہم نے کہا آر ایس ایس نے ملک کی جنگ آزادی میں حصہ لیا ہو یا نہ لیا ہو مگر آر ایس ایس نے اپنے نظریات اور تصورات کے فروغ کے لئے ملک کی آزادی کے بعد سے جس طرح ہمہ گیر جدوجہد کی ہے اس کا عملی مقابلہ تو بہت دور کی بات ہے مسلمانوں میں عام طور پر اس کی سوچ بھی نہیں پائی جاتی ہے۔

مختلف اخبارات اور رسالوں کے اقتباسات سے آر ایس ایس اور اس کی سرگرمیوں کا مربوط تعارف پیش کررہا ہوں جس سے آپ کو اندازہ ہوجائے گا کہ اس تنظیم نے اپنے اہداف کو پانے کے لئے کیسی دقیق منصوبہ بندی اور انتھک کوششیں کی ہے۔

آر ایس ایس کا قیام ۱۹۲۵ء میں ہوا لیکن یہ تنظیم اس سے قبل بھی ہندو مہا سبھا کی شکل میں موجود تھی جس کا قیام ۱۹۱۴ء میں امرتسر میں ہوا اور جس کے پہلے سربراہ پنڈت مدن موہن مالویہ تھے جنھوں نے بنارس ہندو یونیورسٹی قائم کی تھی، دلچسپ پہلو یہ بھی ہے کہ کانگریس جو کہ اپنے آپ کو شروع دنوں سے ہی سیکولرازم اور شوشلزم کا داعی کہتی آئی ہے اس میں ایسے لوگوں کی اکثریت تھی جو بیک وقت ہندو مہا سبھا اور کانگریس دونوں کی رکنیت رکھتے تھے۔ ایسے ہی لوگوں میں مدن موہن مالویہ، لالہ لاجپت رائے وغیرہ جیسے کئی اہم ہندو لیڈر بیک وقت کانگریس اور ہندو مہا سبھا کے بھی رکن ہوا کرتے تھے۔ ہندو مہا سبھا کو شدت پسند ہندو تنظیم کی حیثیت سے ۱۹۲۰ء میں اس وقت زیادہ پہچان ملی جب ونایک دامودر ساورکر اس کے سربراہ بنائے گئے، اس کے پانچ سال بعد ۱۹۲۵ء میں مہا سبھا کے رکن کیشو بلی رام ہیڈگیوار نے راشٹریہ سویم سیوک نام سے تنظیم کی بنا ڈالی جس کو عام طور پر آر ایس ایس کے نام سے جانا جاتا ہے۔

مسلم راشٹریہ منچ بھی آر ایس ایس کی ایک ونگ ہے جس کے سربراہ اس وقت اندریش کمار ہیں، ان کا نام اجمیر بلاسٹ میں آیا تھا، لیکن بڑا نام ہونے کی وجہ سے وہ اب تک بے داغ اور آزاد ہیں۔

آر ایس ایس نے ۲۰۰۲ء میں سابق سنگھ چیف سدرشن کی ایماء پر مسلم راشٹریہ منچ قائم کیا تھا۔ واضح رہے کہ سدرشن آر ایس ایس کے پہلے چیف ہیں جنھوں نے مسلمانوں کے قریب آنے اور انہیں اپنا مدعا سمجھانے کی پہل کی۔ ان کے آخری دور میں یہ افواہ بھی گردش کرتی رہی کہ وہ اسلام قبول کرنا چاہتے ہیں یا قبول کرچکے ہیں۔ اس کی وجہ یہ بنی کہ اپنی موت والے سال میں انھوں نے بھوپال عیدگاہ میں نماز پڑھنے اور مسلمان بھائیوں سے گلے مل کر انہیں مبارکباد دینے کی ضد کی جسے آر ایس ایس کے کیڈروں نے پورا نہیں ہونے دیا۔ نماز کے بعد آر ایس ایس کیڈروں کی کڑی نگرانی میں وہ امام عیدگاہ سے مل کر اور شیر خورمہ کھا کر واپس آگئے۔ اور اس کے کچھ دنوں بعد ہی ان کی موت واقع ہوگئی۔

نہرو میموریل میوزیم لائبریری دلی میں ایسے متعدد ریکارڈ

محفوظ ہیں جن میں ہٹلر اور مسولینی جیسے فاشسٹوں سے آر ایس ایس لیڈروں کے تعلقات کے ثبوت موجود ہیں۔ اس ریکارڈ کے مطابق سنگھ کے بانی ہیڈ گیوار کے قریبی ساتھی، دوست اور مشہور ہندووادی بی۔ ایس مُنجے ہندوستان کے اولین لیڈر ہیں جن کا اٹلی و جرمنی کے ان فاشسٹ حکمرانوں سے رابطہ ہوا۔ فروری مارچ ۱۹۳۱ء میں گول میز کانفرنس سے واپسی پر مُنجے نے اٹلی کا سفر کیا۔ اور وہاں کے اہم فوجی اسکولوں اور تعلیمی اداروں کا بغور جائزہ لیا اور اٹلی کے ڈکٹیٹر مسولینی سے بھی ملاقات کی۔ نیز اٹلی میں فاشزم کی تعلیم و تربیت کے لئے جو تنظیمیں اس وقت سرگرم عمل تھیں انہیں بھی قریب سے دیکھا، چنانچہ مُنجے اپنی ڈائری میں ان تنظیموں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان میں بلللہ تنظیم کا ڈھانچہ اور اس کا نظریہ مجھے پسند آیا اور میں اس سے بہت متاثر ہوا۔ (اس موقع پر یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ اٹلی کی فوجی تنظیم نو کے لئے مسولینی نے خود اس تنظیم کو تشکیل دیا تھا) آگے مُنجے لکھتے ہیں فاشزم کا نظریہ کس طرح لوگوں کو اتحاد کے بندھن میں باندھ سکتا ہے اس کا پتہ اس تنظیم کے دیکھنے سے اچھی طرح لگ جاتا ہے۔ ہندوستان، خاص کر ہندو بھارت کو بھی ایسی تنظیموں کی ضرورت ہے۔ ڈاکٹر ہیڈ گیوار کی قیادت میں ہماری تنظیم راشٹریہ سویم سیوک سنگھ بھی اسی طرز پر بنی ہے۔ ڈاکٹر ہیڈ گیوار کی اس تنظیم کی ترقی اور پورے مہاراشٹر اور اس سے باہر اس کی توسیع کے لئے میں تاحیات سرگرم عمل رہوں گا۔

یہ بات اہل نظر سے مخفی نہیں ہے کہ آر ایس ایس اور مسولینی کی بلللہ تنظیم کے طریق کار میں کافی حد تک یکسانیت پائی جاتی ہے۔ بلللہ تنظیم میں ۱۴ سے ۱۸ سال کے لڑکے لڑکیاں شامل کی جاتی ہیں۔ ان کی ہفتہ وار میٹنگیں ہوتی ہیں جہاں وہ لوگ جسمانی ورزشیں اور نیم فوجی مشقیں کرتے ہیں۔ آر ایس ایس کی شاکھاؤں میں بھی یہی سب کچھ ہوتا ہے۔

مُنجے اپنی ڈائری میں یہ بھی انکشاف کرتے ہیں کہ:

۱۹/ مارچ ۱۹۳۰ء کو سہ پہر ۳/ بجے میں مسولینی سے ملنے گیا۔ دروازہ تک آ کر انھوں نے میرا پرتپاک استقبال کیا۔ دوران گفتگو انھوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا میں نے ان کی یونین سٹی دیکھی؟ میں نے بتایا کہ میں ان کی قائم کردہ بلللہ تنظیم سے کافی متاثر ہوا ہوں، اور میں مانتا ہوں کہ اٹلی کو ایسی تنظیموں کی ضرورت ہے اور ہمارے ملک ہندوستان کو بھی۔ ہندوستان واپس آ کر مُنجے نے اپنے دوست ہیڈ گیوار کو کافی متاثر کیا جس کے نتیجے میں آر ایس ایس نے اپنے پلیٹ فارم سے مُنجے کو فاشسٹ نظریات کی اشاعت و تبلیغ کی کھلی چھوٹ دیدی، چنانچہ اس سلسلہ میں ۳۱/ جنوری ۱۹۳۴ء کو ''فاشزم اور مسولینی'' کے عنوان سے ایک کانفرنس منعقد کی گئی جس کی صدارت خود ہیڈ گیوار نے کی تھی اور مُنجے نے اس میں افتتاحی تقریر کی تھی۔

اس کانفرنس کے چند ماہ بعد ۳۱/ مارچ ۱۹۳۴ء کو مُنجے، ہیڈ گیوار اور لالو گوکھلے کی ایک خفیہ میٹنگ ہوئی، جس میں گوکھلے نے یہ سوال اٹھایا کہ ہندوؤں کو کس تدبیر سے منظم کیا جا سکتا ہے؟ اس کے جواب میں مُنجے نے کہا کہ ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں اس اتحاد کی بنیادیں پائی جاتی ہیں لیکن انہیں بروئے کار لانے کے لئے ضروری ہے کہ قدیم زمانے کے ''شیواجی'' یا جدید دور کے مسولینی یا ہٹلر جیسے کسی ہندو ڈکٹیٹر کے ہاتھوں میں ہندوستان کی باگ ڈور ہو۔ ہمیں اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ایک منصوبہ ترتیب دے کر اس کی تشہیر و تبلیغ کے لئے سرگرم عمل ہو جانا چاہئے۔ اسی منصوبہ کے مطابق مُنجے اور ان کے ساتھیوں کی کوششوں سے ۱۹۳۴ء میں مسولینی کے فکری و عملی طرز پر بھونسلا ملٹری اسکول قائم کیا گیا اور دی سینٹرل ہندو ملٹری

ایجوکیشن سوسائٹی کی تشکیل کے لئے فضا ہموار کرنے کا کام شروع کردیا گیا۔

آر ایس ایس کے بانی ہیڈ گیوار ۱۹۲۴ء سے ۱۹۳۱ء تک جس ہندومہاسبھا کے سکریٹری رہے ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۲ء تک ''ساورکر'' اس کے صدر رہے۔ جو اٹلی کے مسولینی کے مقابلہ میں جرمنی کے ہٹلر سے زیادہ متاثر تھے، انہیں کے زمانہ میں مہا سبھا کی مسلم مخالفت کھل کر سامنے آئی اور یہ بات واضح ہوگئی کہ ان فاشسٹ تنظیموں کے نظریہ کے مطابق مادر وطن کے مبینہ دشمن کون ہیں۔

۱۴/ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو مالیگاؤں میں تقریر کرتے ہوئے ساورکر نے ہٹلر کی یہود دشمن پالیسی کو درست قرار دیتے ہوئے کہا: ملک کی تعمیر اس کے اکثریتی فرقہ کو لیکر ہوتی ہے نہ کہ اقلیتی فرقہ کو لیکر اس لئے جرمنی میں یہودیوں کا کیا کام؟ اچھا ہوا کہ اقلیت ہونے کی بنا پر انہیں ملک بدر کردیا گیا۔ اس کے تقریبا دو ماہ بعد ۱۱/ دسمبر ۱۹۳۸ء کو ایک موقع پر انھوں نے کہا: ''جرمنی میں جرمن لوگوں کی تحریک قومی تحریک ہے جب کہ یہودیوں کی تحریک فرقہ پرستی پر مبنی ہے''۔

ان بیانات کی روشنی میں ہندوستانی اقلیتوں کے سلسلہ میں ان کے نظریہ کو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔

ہندو قوم پرستوں کے فاشسٹ نظریہ کی وضاحت نہرو میموریل میں منجے کے اس خط سے بھی ہوتی ہے جو انھوں نے کھاپڑے کو لکھا تھا۔ اس میں منجے بڑی صراحت سے لکھتے ہیں:

''مسلمان شرارت پسند ہوگئے ہیں کانگریس ان کا مقابلہ کرنے کی بجائے ان کے آگے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہے۔ اس لئے ہمیں گاندھی اور مسلمان دونوں سے لڑنا ہوگا، اس کے لئے آر ایس ایس کا استعمال آسان اور مفید ہوسکتا ہے چرخے کا مقابلہ آخر کار رائفل سے ہی کرنا ہوگا۔

یہ بات بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ کل کی جن سنگھ اور آج کی بھارتیہ جنتا پارٹی بھی دراصل آر ایس ایس کا ہی سیاسی حصہ ہے۔

آر ایس ایس کی تقریباً سو سے زائد شاخیں ہیں جو الگ الگ میدانوں میں سرگرم ہیں، جیسا کہ سیاسی میدان میں بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی جو فی الوقت حکمراں پارٹی ہے) حفاظت یا سیکورٹی کے لئے بجرنگ دل، مزدوروں یا ورکروں کے لئے بھارتیہ مزدور سنگھ، ہندومت کے پرچار اور ہندو شعارات کے تحفظ کے لئے وشو ہندو پریشد (وی ایچ پی)، دانشوروں کے لئے وچار منچ، غرض کہ سوسائٹی کے ہر طبقہ کی رہنمائی کے لئے کوئی نہ کوئی تنظیم ہے، حتی کہ پچھلے عرصہ سے آر ایس ایس نے مسلم راشٹریہ منچ اور جماعت علماء نامی دو تنظیمیں قائم کرکے انہیں مسلمانوں میں کام کرنے کے لئے مختص کیا ہے۔ پچھلے سال کشمیر میں انتخابات کے دوران یہ تنظیمیں خاص سرگرم تھیں، ان سبھی تنظیموں کے لئے آر ایس ایس کیڈر بنانے کا کام کرتی ہے اور ان کے لئے اسکولوں اور کالجوں ہی سے طالب علموں کی مقامی شاکھاؤں کے ذریعہ ذہن سازی کی جاتی ہے۔ آج کے دن اس کی کل شاکھاؤں کی تعداد کم وبیش 56859 ہے جو ملک اور بیرون ملک کے مختلف مقامات پر ہندوؤں کو انتہا پسندانہ نظریاتی بنیاد پر جوڑنے کا کام کررہی ہیں بھارت سے باہر ان کی کل 39 ممالک میں شاکھائیں ہیں۔ یہ شاکھائیں ہندو سویم سیوک کے نام سے کام کررہی ہیں۔ بھارت سے باہر آر ایس ایس کی سب سے زیادہ شاکھائیں نیپال میں ہیں۔ اس کے بعد امریکا میں اس کی شاکھاؤں کی تعداد 146 ہے۔ یوکے میں 84 شاکھائیں ہیں۔ آر ایس ایس کینیا کے اندر بھی کافی مضبوط حالت میں ہے۔ کینیا کی شاکھاؤں کا دائرہ کار پڑوسی ممالک تنزانیہ، یوگنڈا، موریشش اور جنوبی افریقہ تک پھیلا ہوا ہے اور وہ ان ممالک کے

ہندوؤں پر بھی اثر انداز ہورہے ہیں۔ دلچسپ بات یہ کہ ان کی پانچ شاکھائیں مشرق وسطی کے مسلم ممالک میں بھی ہیں۔ چونکہ عرب ممالک میں جماعتی اور گروہی سرگرمیوں کی کھلی اجازت نہیں ہے اس لئے وہاں کی شاکھائیں خفیہ طریقے سے گھروں تک محدود ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ بابری مسجد کی مسماری اور رام مندر کی تعمیر کے لئے سب سے زیادہ چندہ ان ہی ممالک سے آیا تھا۔ فن لینڈ میں ایک الکٹرونک شاکھا ہے جہاں ویڈیو کیمرے کے ذریعے بیس ممالک کے افراد جمع ہوتے ہیں۔ یہ وہ ممالک ہیں جہاں پر آر ایس ایس کی باضابطہ شاکھا موجود نہیں ہے۔ بیرون ملک آر ایس ایس کی سرگرمیوں کے انچارج رام مادھو ہیں جو اس وقت بی جے پی کے قومی جنرل سکریٹری ہیں۔ کشمیر امور کو بھی دیکھتے ہیں، اور وزیر اعظم مودی کے بیرونی دوروں کے دوران بیرون ملک مقیم بھارتیوں کی تقاریب منعقد کراتے ہیں۔

آر ایس ایس کے زیر اہتمام چلنے والے ودیا بھارتی اسکولوں میں تعلیم حاصل کرنے والے مسلم بچوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہورہا ہے۔ مشرقی یوپی کے 29 اضلاع میں چلنے والے ودیا بھارتی اسکولوں میں اس وقت تقریباً سات ہزار مسلم بچے تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ آر ایس ایس کا دعوی ہے کہ معیاری تعلیم اور ڈسپلن کی وجہ سے مسلم والدین اپنے بچوں کا داخلہ آر ایس ایس کے اسکولوں میں کرارہے ہیں۔ الہ آباد واقع آر ایس ایس کے صدر دفتر سے جاری اطلاعات میں یہ دعوی کیا گیا ہے کہ ودیا بھارتی اسکولوں میں بڑی تعداد میں مسلم بچے تعلیم حاصل کررہے ہیں۔

ذہن نشین رہے کہ ملک کے طول وعرض میں آر ایس ایس کے بیشمار اسکول قائم ہیں۔

درج ذیل رپورٹ غور سے پڑھیں:

آسام بورڈ کے ٹاپر اس مسلم لڑکے نے آر ایس ایس کے اسکول سے کی ہے پڑھائی :

گوہاٹی: آسام میں سنگھ پریوار کے تعلیمی ادارے ودیا بھارتی کے تحت چلنے والے اسکول میں پڑھنے والے ایک مسلم طالب علم نے ہائی اسکول لیونگ سرٹیفکیٹ امتحان ٹاپ کیا ہے۔ منگل کو اعلان ہوئے نتائج میں سرفراز حسین نے دسویں کا امتحان ٹاپ کرتے ہوئے 600 میں سے 590 نمبر حاصل کئے۔

سولہ سالہ سرفراز شنکر دیو ششو نکیتن، بٹکچی میں پڑھتا ہے۔ یہ گوہاٹی کے جنوب میں واقع ہے اور یہ ششو شچھے سمیتی، آسام کے ماتحت ہے جو ودیا بھارتی سے وابستہ ہے۔ سرفراز نے کہا، مجھے فخر ہے کہ میں اس اسکول کا طالب علم ہوں۔

آسام بورڈ کے ٹاپر اس مسلم لڑکے نے آر ایس ایس کے اسکول سے کی ہے پڑھائی۔

انجینئر بننے کی چاہت رکھنے والے سرفراز نے کہا، اسکول کی بدولت ہی میں ریاست میں ٹاپ کر سکا ہوں۔ سرفراز نے سنسکرت میں مضامین نویسی مسابقوں اور بحث مقابلوں میں بھی انعام جیتے ہیں۔ دو سال پہلے سرفراز نے آل۔گوہاٹی گیتا ریسائٹیشن کنٹسٹ بھی جیتا تھا۔

سرفراز کے والد اجمل حسین نے کہا کہ اس تعلیمی ادارے میں ان کے بیٹے کی پڑھائی میں انہیں کچھ بھی غلط نظر نہیں آتا ہے۔ وہ اپنے بچے کی کوالٹی ایجوکیشن، پر زور دینا چاہتے تھے۔ انہوں نے کہا، بہت سے لوگ مجھ سے میرے بیٹے کے سنگھ پریوار کی طرف سے چلنے والے اسکول میں پڑھنے کو لے کر سوال کرتے ہیں۔ آخر اس میں مسئلہ کیا ہے؟ ہماری پہلی شناخت آسامی ہے۔ میری بیٹی نے تین سال پہلے اسی اسکول سے اپنی تعلیم مکمل کی۔

گوہاٹی کے ایک ہوٹل میں کام کرنے والے حسین نے کہا،

میں جب پہلی بار اپنے بیٹے کو یہاں لے کر آیا تھا، ہیڈ ماسٹر نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں اپنے فیصلے کو لے کر پختہ ہوں۔ میں نے کہا کہ میں ایسی تعلیم پر زور دینا چاہتا ہوں جو معیاری ہو اور جس سے شخصیت کی تعمیر ہو۔

اگر آپ انٹرنیٹ پر ڈاکٹر پروین توگڑیا جیسے لباس پہنے اور پیشانی اور کانوں پر گیروا ملے اس لڑکے کی تصویر دیکھیں تو آپ کو اچھی طرح یہ اندازہ ہو جائے گا کہ ایسے لڑکوں کو یہ سمجھانے کی قطعی ضرورت نہیں ہوگی کہ ہندوستان میں رہنا ہے تو بندے ماترم کہنا ہوگا۔!!!

2014 کے عام انتخابات کے بعد ملک کی سیاسی صورت حال میں جو تیزی سے تبدیلیاں آرہی ہیں اس کو دیکھ کر یہی کہا جا رہا ہے کہ آر ایس ایس کی 90 برس کی محنت اب رنگ لا رہی ہے، نریندر مودی کی قیادت میں مرکز میں بی جے پی کی حکومت قائم ہونے کے بعد جو واقعات پیش آرہے ہیں وہ دنیا کی نظروں سے چھپے ہوئے نہیں ہیں اس پر وزیر اعظم کی سنسنی خیز خاموشی یہی اشارہ دیتی ہے کہ من مانی کرنے والوں کو کھلی چھوٹ ہے۔

مودی حکومت نے سب سے پہلے آر ایس ایس سے ہمدردی رکھنے والوں کو اہم عہدوں پر فائز کیا۔ مودی کابینہ میں سادھو اور سادھوی شامل ہوئے بی جے پی نے انڈین کونسل آف ہسٹوریکل ریسرچ، سیکورٹیز اینڈ ایکسچینج بورڈ آف انڈیا، فلم اینڈ ٹیلی ویژن انسٹیٹیوٹ آف انڈیا، جیسے اداروں کے اہم عہدوں کے علاوہ مختلف ریاستوں کے گورنروں کے عہدوں پر سویم سیوکوں کو فائز کیا وزیر اعظم کے علاوہ ان کی کابینہ کے سات ارکان ایسے ہیں جن کی جوانی آر ایس ایس کے سرگرم سیوک کی حیثیت سے گزری ہے۔ مودی حکومت کی دلچسپی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ آر ایس ایس کو خوش کرنے کے لئے دریائے سرسوتی کی محکمہ آثار قدیمہ کی مدد سے تلاش کروا رہی ہے جس کا اب نام ونشان مٹ گیا ہے۔ اس دریا کا ذکر ہندوؤں کی کتاب میں موجود ہے۔ مودی حکومت آئندہ چار برسوں میں سب سے پہلے ملک کی 31 اسمبلیوں کے منجملہ کم سے کم 20 پر قبضہ کرنا چاہتی ہے اس وقت 11 پر اسکا قبضہ ہے اس کام کو پورا کرنے کیلئے آر ایس ایس کی تمام ذیلی تنظیموں نے اپنے کیڈر کو متحرک کر دیا ہے۔

گذشتہ 60 برسوں کے دوران پہلی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ ملک میں مسلم ووٹوں کی اہمیت ختم ہوگئی ہے کوئی جماعت اگر مسلمانوں کے ووٹ حاصل کرنا چاہتی ہے تو اس کو اسطرح ظاہر کیا جارہا ہے کہ وہ اقلیتوں کو خوش کر رہی ہے نتیجہ میں اس پارٹی کو اکثریتی ووٹوں سے محروم ہونے کا خدشہ پیدا ہوجاتا ہے بتایا جاتا ہے کہ اس سلسلے میں آر ایس ایس اور بی جے پی نے دو مرحلوں کی حکمت عملی بھی تیار کی ہے ایک تو قومی سطح پر انتخابات میں کامیابی حاصل کرنا (جو حاصل کی جاچکی ہے) اور دوسرے یہ کہ ریاستوں کی اسمبلیوں پر قبضہ کر کے ایوانِ بالا یعنی راجیہ سبھا میں بھی اکثریت حاصل کرنا ہے۔ ملک میں سیاسی، سماجی، تہذیبی تبدیلی لانے کے لئے صرف مرکز پر اقتدار کافی نہیں ہے اس کے لئے ریاستوں میں بھی اقتدار پر ہونا ضروری ہے آر ایس ایس کے جنرل سکریٹری دتا تریہ ہوشا بوئے نے رائٹر کو بتایا کہ 2014 کی فتح صرف ایک شروعات ہے اور ہمارے طویل مدتی مشن کا نقطہ آغاز بھی ہے۔

آپ ہی بتایئے کیا ان سرگرمیوں کا مقابلہ صرف تقریروں سے ممکن ہے؟ زمینی سطح پر ہم نے کیا کیا ہے، انگریزوں کے ہزار تعصب کے باوجود سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کا تناسب کیا تھا؟ فوج میں کتنے مسلمان تھے؟ پولیس میں کتنے لوگ تھے، پارلیمنٹ میں ہماری نمائندگی کیا تھی، دیگر سرکاری محکموں میں تناسب کیا تھا؟ اور اب کیا ہے؟ کیا صرف یہ کہہ دینا کافی ہے کہ

ملک میں تعصب بہت بڑھ گیا ہے اور مسلمانوں کے ساتھ سوتیلا سلوک کیا جارہا ہے؟ کیا مسلمانوں کی پستی اور زوال میں سارا حصہ مخالفین کا ہے اور اس میں وہ خود کہیں مورد الزام نہیں ٹھہرتے؟ آج مسلمانوں کا کتنا پیسہ عرس، قوالیوں، پختہ مزارات کی تعمیر، قبروں پر چڑھائی جانے والی چادروں، پھولوں، عید میلاد النبی اور دیگر مناسبتوں کی لائٹنگ، عید میلاد النبی کے جلوسوں، مخلوط مشاعروں اور کھیل تماشوں پر خرچ ہوجاتا ہے جن کی اسلام میں کوئی گنجائش اور جواز نہیں ہے، اسی طرح بہت سے بے فیض جلسے اور بڑی بڑی کانفرنسیں جو مخصوص لوگوں کو چمکانے اور ان کے خاص مفادات کی ضامن ہوتی ہیں اسی فہرست میں آتی ہیں۔ یہ وہ کام ہیں جن میں عام طور پر پبلک کے پیسے لگتے ہیں، اگر یہ پیسے مسلمانوں کی تعلیم وتربیت اور دیگر فلاح وبہبود کے کاموں پر صرف ہوتے تو ان کی اہمیت وافادیت کتنی بڑھ جاتی! مگر مسلمان چونکہ اپنے دین سے دور ہوچکے ہیں اس لئے اللہ کی توفیق اور ہدایت سے بھی محروم ہوچکے ہیں اور وہی کام کرتے ہیں جو ان کے زوال اور بربادی کو اور مستحکم کردیں۔

اس مناسبت پر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس طرح کے متحدہ اسٹیجوں پر اکثریتی فرقے اپنے تسلطی رجحان سے باز نہیں آتے وہ دوسروں سے تو اپنی رعایت کا مطالبہ ضرور رکھتے ہیں مگر وہ خود کسی کی رعایت پر آمادہ نہیں ہوتے ہیں، ان اسٹیجوں پر نعرہ رسالت لگائے جاتے ہیں، ایسے ماحول میں ایک اہل حدیث کے لئے وہاں بیٹھا رہنا کتنا نازک مرحلہ ہوتا ہے! جبکہ ان کی اپنی حسیاسیت کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے مسلک کے خلاف کوئی دور دراز کا اشارہ بھی قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں، کوکن کا ایک ادارہ جو مختلف اسکولوں میں اپنی طرف سے علماء کا تقرر کرتا ہے اور ان سے اپنا دینی نصاب پڑھواتا ہے، یہ نصاب تمام مسلک والوں کی رعایت کے ساتھ تیار کیا گیا ہے مگر انجمن اسلام وی ٹی میں ایک مسلک والوں نے اس نصاب پر اعتراض کیا، میٹنگ بیٹھی کہ جو باتیں قابل اعتراض ہوں وہ نکال دی جائیں تو اس میں انہیں اس طرح کے جملوں پر اعتراض تھا کہ تنہا اللہ ہی مشکل کشا ہے، اور ان کا موقف اس سلسلے میں بہت سخت تھا کہ جب تک اس طرح کے جملے نکالے نہیں جائیں ہم اسے چلنے نہیں دیں گے۔

اسی طرح ایک بار شولاپور میں مسلم پرسنل لاء بورڈ ہی کے کسی پروگرام کے تحت مشترکہ اجلاس منعقد ہوا تھا جس کے منتظم دیوبندی حضرات تھے، اس اجلاس میں دیوبندی علماء نے ملک کی آزادی میں اپنے بزرگوں کے کردار پر مبسوط روشنی ڈالی اور بار بار یہ کہتے رہے کہ علمائے دیوبندیوں نے کیا اور یوں کیا، جب میری باری آئی تو میں نے بھی چند جملے علمائے اہل حدیث کی قربانیوں کے متعلق عرض کردئے اس پر ان کی کمیٹی کی طرف سے وہاں کی جمعیت اہل حدیث کے ذمہ داروں سے باقاعدہ طور پر شکایت کی گئی کہ اس مشترکہ اجلاس میں اہل حدیث کا نام لینے کی کیا ضرورت تھی؟ یہاں اس اجلاس میں بھی یہی ہوتا رہا تھا کہ دونوں مسلک کے لوگ اپنے اپنے علماء کی قربانیوں کے تذکرے کررہے تھے مشترکہ طور پر بھی دونوں ایک دوسرے کے علماء کو جنگِ آزادی کے حوالے سے خراج عقیدت پیش کررہے تھے مگر اس میں ایک بھی اہل حدیث کا نام زبان پر نہیں لایا گیا۔ تین طلاق کے متعلق اپنا موقف وہ کھل کر رکھ رہے تھے اور ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک ماننے والوں کا خودساختہ مثالوں کے ذریعہ مذاق بھی اڑایا جارہا تھا۔ مگر اتحاد کے نام پر ساری رعایتوں کا مطالبہ صرف اہل حدیث سے ہے!!!

❖ ❖ ❖

مردود

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یوم پیدائش کا جشن

ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی

یوم پیدائش کا جشن منانا ایک گھناؤنی قسم کی بدعت ہے، جسے سب سے پہلے چوتھی صدی ہجری میں عبیدیوں نے ایجاد کیا، اہل علم ہر زمانہ میں اس بدعت کے بطلان کی وضاحت اوراس کے موجد اوراس پر عمل کرنے والوں کی تردید کرتے رہے ہیں، چنانچہ مندرجہ ذیل دلائل وبراہین کی روشنی میں کسی کی یوم ولادت کا جشن منانا جائز نہیں:

۱۔ یوم پیدائش کا جشن منانا دین اسلام میں ان نو ایجاد بدعات میں سے ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتاری، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے مشروع نہیں فرمایا، نہ اپنے قول سے، نہ اپنے فعل سے اور نہ ہی اپنی تقریر سے، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہمارے رہبر اور امام ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ} (الحشر:۷)۔

جو کچھ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں دیں اسے لے لو اور جس چیز سے منع فرمائیں اس سے باز آجاؤ۔

نیز ارشاد ہے:

{لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا} (الاحزاب:۲۱)۔

یقینا تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عمدہ نمونہ موجود ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے، اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔

نیز نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

”من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو ردٌ“ (صحیح مسلم، کتاب الاقضیۃ، باب نقض الاحکام الباطلۃ ورد محدثات الامور، ۳/ ۱۳۴۴، حدیث نمبر (۱۷۱۸)، متفق علیہ روایت کے الفاظ اس طرح ہیں: ”من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو ردٌ“، دیکھئے: بخاری، حدیث نمبر (۲۶۹۷)، مسلم، حدیث نمبر (۱۷۱۸))۔

جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں وہ مردود ہے۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ کے خلفائے راشدین اور دیگر صحابۂ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یوم پیدائش کا جشن نہ منایا، اور نہ ہی اس کی دعوت دی، جب کہ وہ نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امت کے سب سے افضل لوگ تھے، خلفائے راشدین کی بابت رسول گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين من بعدي، عضوا عليها بالنواجذ، وإياكم و محدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة“ (ابوداود، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، ۴/ ۲۰۱، حدیث نمبر (۴۶۰۷)، وترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی الاخذ بالسنۃ واجتناب البدع، ۵/ ۴۴، حدیث نمبر (۲۶۷۶)، امام ترمذی نے فرمایا: ”ھذا حدیث حسن صحیح“ (یہ حدیث حسن صحیح ہے)، وابن ماجہ، فی المقدمۃ، باب

اتباع سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین، ۱/ ۱۵-۱۶، حدیث نمبر (۴۲، ۴۳، ۴۴)، ومسند احمد، ۴/ ۴۶-۴۷)۔

میری سنت کو لازم پکڑو اور میرے بعد میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو، اسے دانتوں سے مضبوط جکڑ لو، اور دین میں نئی نئی باتوں سے بچو، کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

۳- یوم پیدائش کا جشن منانا جادۂ حق سے منحرف گمراہوں کا طور طریقہ ہے، کیونکہ سب سے پہلے عبیدیوں فاطمیوں (شیعوں کا ایک فرقہ) نے چوتھی صدی ہجری میں اس بدعت کو ایجاد کیا، یہ لوگ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سراسر جھوٹ منسوب ہیں، حقیقت میں یہ لوگ باختلاف اقوال یہودی یا مجوسی (آتش پرست) یا دہریہ بد دین لوگ تھے (دیکھئے: الابداع فی مضار الابتداع، از شیخ علی محفوظ، ص: ۲۵۱، والتبرک انواعہ واحکامہ، از ڈاکٹر ناصر بن عبد الرحمن الجدیع، ص: ۳۵۹-۳۷۳، وتنبیہ اولی الابصار إلی کمال الدین ومافی البدع من اخطار، از ڈاکٹر صالح السحیمی، ص: ۲۳۲)۔

ان کا سب سے پہلا بادشاہ المعزلدین اللہ عبیدی مغربی تھا، جو شوال ۳۶۱ھ میں مغرب سے مصر کی طرف نکلا، اور رمضان ۳۶۲ھ میں مصر پہنچا۔ (دیکھئے: البدایۃ والنھایۃ، از امام حافظ ابن کثیر، ۱۱/ ۲۷۲-۲۷۳، ۳۴۵، ۱۲/ ۲۶۷-۲۶۸، و۶/ ۲۳۲، و۱۲/ ۶۳، و۱۱/ ۱۶۱، و۱۲/ ۱۳، و۱۲/ ۲۶۶، نیز دیکھئے: سیر اعلام النبلاء، از امام ذہبی، ۱۵/ ۱۵۹-۲۱۵)۔ بتایا جاتا ہے کہ عبیدیوں کا سب سے آخری بادشاہ عاضد لدین اللہ تھا، جسے صلاح الدین ایوبی نے ۵۶۴ھ میں قتل کیا، امام ذہبی فرماتے ہیں: ''عاضد کا معاملہ صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں سر انجام پایا، یہاں تک کہ انھوں نے اسے نکال بھگایا اور بنو عباس کو بحال کیا، اور بنو عبید کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا، اور روافض کی حکومت کو کچل کر رکھ دیا، یہ چودہ لوگ تھے جو من مانی خلیفہ بن بیٹھے تھے۔ ''عاضد'' کے معنی ''کاٹنے والے'' کے ہیں، چنانچہ عاضد خود اپنے اہل خانہ کی حکومت کو کاٹ دینے والا ثابت ہوا، ۱۵/ ۲۱۲)۔

تو کیا کسی صاحب فہم مسلمان کے لئے جائز ہے کہ اپنے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے روافض (شیعوں) کی تقلید اور ان کے طریقہ کی پیروی کرے؟!۔

۴- اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی تکمیل فرما دی ہے، ارشاد ہے:

{اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا} (المائدہ: ۳)۔

آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا۔

اور اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کے کھلے پیغام کو لوگوں تک پہنچا دیا ہے اور انہیں جنت تک پہنچانے اور جہنم سے دور کرنے والے ہر راستے کی رہنمائی کر دی ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ ہمارے نبی ﷺ جو کہ انبیاء کرام میں سب سے افضل اور سلسلۂ نبوت کی آخری کڑی ہیں، اور انبیاء میں از روئے تبلیغ و نصیحت سب سے اکمل ہیں، اگر یوم پیدائش کا جشن منانا اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین میں سے ہوتا تو اسے اپنی امت کو ضرور بتلاتے یا اپنی حیات مبارکہ میں اس کا اہتمام ضرور کرتے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''ما بعث الله من نبيٍ إلا كان حقاً عليه أن يدل أمته على خير ما يعلمه لهم، وينذرهم شر ما يعلمه لهم'' (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب الوفاء ببیعۃ الخلفاء، الاول فالاول، ۲/ ۱۴۷۳، حدیث نمبر (۱۸۴۴))۔

اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی مبعوث فرمایا اس پر یہ واجب تھا کہ وہ جو بھی خیر وبھلائی جانتا ہو اپنی امت کو اسکی رہنمائی کردے، اور جو بھی برائی جانتا ہو اس پر تنبیہ کردے۔

۵۔ اسی طرح کی سالگرہوں کے ایجاد کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے دین مکمل نہیں فرمایا لہٰذا اس کی تکمیل کے لئے کچھ تشریعی امور کا ایجاد کرنا ضروری ہے!!، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی امت تک لائقِ عمل چیزیں نہیں پہنچائیں یہاں تک کہ بعد میں یہ بدعتی لوگ آئے اور اللہ کی شریعت میں اللہ کی غیر مشروع کردہ چیزیں یہ سوچ کر ایجاد کردیں کہ یہ اعمال انہیں اللہ سے قریب کردیں گے!! جبکہ یہ بڑی خطرناک اور اللہ اور اسکے رسول ﷺ پر اعتراض والی بات ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دین مکمل کر دیا ہے اور اپنے بندوں پر اپنی نعمت پوری کردی ہے۔

۶۔ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے وہ نصوص جن سے اسلام میں بدعات کے ایجاد پر تنبیہ، اتباع سنت کا حکم، اور قول وعمل میں حکم رسول کی مخالفت سے ڈرایا گیا ہے ان نصوص کی روشنی میں علماء محققین نے ایام پیدائش کی محفلوں کا انکار کیا ہے، اور ان سے بچنے کی تلقین کی ہے۔

۷۔ یوم ولادت نبوی کا جشن منانے سے محبت رسول ﷺ کا تحقق نہیں ہوتا' بلکہ آپ کی محبت کا تحقق آپ ﷺ کی اتباع، آپ کی سنت پر عمل اور آپ کی اطاعت وفرمانبرداری سے ہوتا ہے، ارشاد ربانی ہے:

{قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَيَغۡفِرۡ لَـكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ‌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ} (آل عمران: ۳۱)۔

آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کہ اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

۸۔ رسول اللہ کی یوم پیدائش کا جشن منانے اور اسے عید بنانے (یعنی اس پر سالانہ محفل منعقد کرنے) میں اہل کتاب یہود ونصاریٰ کی مشابہت ہے، جب کہ ہمیں ان کی مشابہت اختیار کرنے اور ان کی تقلید کرنے سے منع کیا گیا ہے (دیکھئے: اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفۃ اصحاب الجحیم، از شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۲/ ۶۱۴-۶۱۵، و زاد المعاد، از امام ابن القیم، ۱/ ۵۹)۔

۹۔ عقلمند کو اس بات سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے کہ جا بجا لوگ کثرت سے محفل میلاد منعقد کرتے ہیں، کیونکہ حق زیادہ لوگوں کے کرنے سے نہیں پہچانا جاتا بلکہ حق شریعت کی دلیلوں سے پہچانا جاتا ہے، جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

{وَاِنۡ تُطِعۡ اَكۡثَرَ مَنۡ فِى الۡاَرۡضِ يُضِلُّوۡكَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ} (الانعام: ۱۱۶)۔

اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ انکا کہا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کردینگے۔

نیز ارشاد ہے:

{وَمَاۤ اَكۡثَرُ النَّاسِ وَلَوۡ حَرَصۡتَ بِمُؤۡمِنِيۡنَ} (یوسف: ۱۰۳)۔

اور آپ کی خواہش کے باوجود اکثر لوگ ایمان نہیں لا سکتے۔

اور فرمایا:

{وَقَلِيۡلٌ مِّنۡ عِبَادِىَ الشَّكُوۡرُ} (سبا: ۱۳)۔

اور میرے بندوں میں بہت کم ہی شکر گذار ہیں۔

۱۰۔ شریعت کا قاعدہ ہے کہ جس مسئلہ میں لوگوں کا اختلاف ہوجائے اسے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹا دیا جائے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

{يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَأَطِيعُوا۟ ٱلرَّسُولَ وَأُو۟لِى ٱلْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ فَإِن تَنَٰزَعْتُمْ فِى شَىْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا} (النساء:۵۹)۔

اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور تم میں سے اختیار والوں کی، پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹادو اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اگر تمہیں اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے، یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

{وَمَا ٱخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَىْءٍ فَحُكْمُهُۥٓ إِلَى ٱللَّهِ} (الشوریٰ:۱۰)۔

اور جس چیز میں تمہارا اختلاف ہوجائے اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص بھی محفل میلاد کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹائے گا وہ اسی نتیجہ پر پہنچے گا اللہ تعالیٰ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و پیروی کرنے کا حکم دیتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{مَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟} (الحشر:۷)۔

اور تمہیں جو رسول دیں لے لو، اور جس سے روکیں رک جاؤ۔

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس بات کی وضاحت فرماتا ہے کہ اہل ایمان پر اس نے اپنے دین کی تکمیل اور اپنی نعمت تمام کردی ہے، نیز یہ چیز بھی اس سے پوشیدہ نہ رہے گی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو میلاد منانے کا حکم دیا، نہ ہی خود منایا، اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا، لہٰذا معلوم ہوا کہ محفل میلاد دینِ اسلام کی کوئی چیز نہیں، بلکہ ایک نومولود بدعت ہے۔

۱۱۔ مسلمان کے لئے مشروع یہ ہے کہ اگر چاہے تو پیر کے دن کا روزہ رکھے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے روزہ سے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

"ذاک یومٌ ولدت فیه، ویوم بعثت، أو أنزل علي" (صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام من کل شھرٍ، وصوم یوم عرفۃ، وعاشوراء، والاثنین والخمیس، ۲/۸۱۹، حدیث نمبر (۱۱۶۲))۔

اسی دن میری ولادت ہوئی ہے، اور اسی دن نبی و رسول بنا کر مبعوث ہوا ہوں، یا مجھ پر وحی نازل کی گئی ہے۔

لہٰذا اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں پیر کے روز صرف روزہ رکھنا ثابت ہے، آپ کی ولادت باسعادت کا جشن منانا نہیں!!۔

۱۲۔ جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اکثر و بیشتر منکرات اور مفاسد کی بھرمار ہوتی ہے، چنانچہ اس طرح کی محفلوں میں شریک ہونے والے اور ان کا مشاہدہ کرنے والے اس سے بخوبی واقف ہیں۔ بطور مثال (ان مجلسوں میں انجام پانے والے) چند حرام اور منکر امور درج ذیل ہیں:

اولاً: میلادی حضرات جو بھی قصائد یا مدحیہ اشعار ان محفلوں میں گاتے ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر اشعار شرکیہ کلمات، غلو آرائی اور مبالغہ آمیزی سے خالی نہیں ہوتے؛ جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، ارشاد ہے:

"لا تطروني کما أطرت النصاری عیسی ابن مریم فإنما أنا عبده، فقولوا: عبد الله ورسوله" (صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب قولہ تعالیٰ: {واذکر في الکتاب مریم۔۔} ، ۴/۱۷۱،

حدیث نمبر(۳۴۴۵))۔

تم (حد سے زیادہ تعریفیں کر کے) مجھے حد سے آگے نہ بڑھاؤ جیسا کہ نصاریٰ (عیسائیوں) نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو حد سے آگے بڑھا دیا تھا، میں اللہ کا بندہ ہوں، لہٰذا مجھے اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہو۔

ثانیاً: میلاد کی ان محفلوں میں دیگر حرام کاریاں بھی ہوتی ہیں، مثلاً مرد وزن کا اختلاط، گانے بجانے، ڈھول تاشے کے آلات کا استعمال، نشا آور اشیاء کا استعمال، اور بسا اوقات ان محفلوں میں شرک اکبر تک کا ارتکاب کیا جاتا ہے، جیسے رسول گرامی ﷺ کی ذات یا دیگر اولیاء کرام سے استغاثہ (فریاد) وغیرہ کرنا، اسی طرح قرآن کریم کی بے حرمتی کی جاتی ہے، چنانچہ اسی مجلس میں بیٹھ کر لوگ سگریٹ نوشی کرتے ہیں، اسی طرح ان مجلسوں میں بے حساب فضول خرچی بھی ہوتی ہے، نیز ان ایام میں مساجد میں سراسر باطل پر مبنی ذکر کی مجلسیں اور حلقے قائم کئے جاتے ہیں جن میں بڑے زور زور سے لوگ قوالیاں گاتے ہیں اور حلقۂ ذکر کا رئیس تیزی سے تالیاں بجاتا ہے، یہ ساری چیزیں باتفاق علماء حق، باطل اور حرام ہیں (دیکھئے: الابداع فی مضار الابتداع، از شیخ علی محفوظ، ص:۲۵۱-۲۵۷)۔

ثالثاً: میلاد کی ان محفلوں میں ایک قبیح اور بدترین عمل یہ بھی انجام پاتا ہے کہ آپ کی ولادت کا ذکر آنے پر بعض لوگ از روئے تعظیم وتکریم کھڑے ہوتے ہیں کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ میلاد کی اس محفل میں حاضر ہوتے ہیں، چنانچہ اسی عقیدہ کے مطابق آپ کا خیر مقدم کرتے ہوئے اور مرحبا کہتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں، اور یہ عظیم ترین جھوٹ اور بدترین جہالت ہے، کیونکہ رسول کریم ﷺ قیامت سے قبل اپنی قبر مبارک سے نہ تو نکل سکتے ہیں، نہ لوگوں میں سے کسی سے مل سکتے ہیں اور نہ ان مجلسوں میں حاضر ہو سکتے ہیں، بلکہ آپ اپنی قبر پاک میں قیامت تک کیلئے مقیم ہیں اور آپ کی روح مبارک دارِ کرامت (جنت) میں اپنے رب کے پاس اعلیٰ علیین میں ہے (دیکھئے: التحذیر من البدع، از علامہ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز، ص:۱۳)، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

{ثُمَّ اِنَّكُمۡ بَعۡدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوۡنَ○ ثُمَّ اِنَّكُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ تُبۡعَثُوۡنَ} (المؤمنون:۱۵، ۱۶)۔

اس کے بعد پھر تم سب یقیناً مرجانے والے ہو، پھر قیامت کے دن بلاشبہ تم سب اٹھائے جاؤ گے۔

اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"أنا سيد ولد آدم يوم القيامة وأول من ينشق عنه القبر، وأول شافع وأول مشفعٍ" (مسلم، کتاب الفضائل، باب تفضیل نبینا محمد ﷺ علی جمیع الخلائق، ۴/ ۱۷۸۲، حدیث (۲۲۷۸))۔

میں قیامت کے روز تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا، اور سب سے پہلے میری قبر پھٹے گی اور میں قبر سے باہر نکلوں گا اور میں سب سے پہلا سفارشی ہونگا، اور سب سے میری سفارش قبول ہوگی۔

یہ آیت کریمہ اور حدیث شریف اور اس معنی کی دیگر آیات واحادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نبیٔ رحمت ﷺ اور آپ کے علاوہ دیگر اموات قیامت کے روز ہی اپنی اپنی قبروں سے نکلیں گے، سماحۃ الشیخ علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ علماء اسلام کا متفق علیہ مسئلہ ہے اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں'' (التحذیر من البدع، ص:۱۴، وص:۷-۱۴، اور دیکھئے: الابداع فی مضار الابتداع، از شیخ علی محفوظ، ص:۲۵۰-۲۵۸، و التبرک أنواعہ وأحکامہ، از ڈاکٹر ناصر بن عبدالرحمن الجدیع، ص:۳۵۸-۳۷۳، وتنبیہ أولی الابصار۔۔۔ص:۲۲۸-۲۵۰)۔

۞۞۞

[۲]

خصوصی مضمون

عالم عرب وعجم کی عظیم المرتبت شخصیت

ڈاکٹر عبدالعلیم عبدالعظیم بستوی رحمہ اللہ

حیات وخدمات

عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی

رابطہ عالم اسلامی میں ملازمت اور ذمہ داریاں : جامعۃ الملک عبدالعزیز (حال جامعہ ام القریٰ) سے ماجستر کی ڈگری حاصل کر لینے کے بعد ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۹۷۸ء میں آپ نے رابطہ عالم اسلامی (مسلم ورلڈ لیگ) میں بحیثیت ریسرچ اسکالر اور مترجم ملازمت اختیار کرلی اور ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۰۱۲ء یعنی مسلسل ۳۵/سالوں تک اس سے وابستہ رہے کبھی مترجم کے طور پر کبھی ریسرچ اسکالر اور باحث کے طور پر تو کبھی مختلف شعبوں کی سربراہی اور نگرانی کے طور پر کبھی جنرل سکریٹری کے مشیر خاص کے طور پر مختلف مناصب اور عہدوں پر فائز رہے رابطہ عالم اسلامی کے ذمہ داران اور منتظمین کا آپ پر بھرپور اعتماد اور بھروسہ تھا جس کی وجہ سے عالم عرب وعجم میں منعقد ہونے والی عالمی کانفرنسوں میں آپ رابطہ کی نمائندگی بھی کرتے رہے اور اپنی علمی وتحقیقی صلاحیتوں سے پوری دنیا کو فیض پہنچاتے رہے۔ تھائی لینڈ، صومال، بنگلا دیش اور دیگر ممالک کے دورے اور وہاں کی کانفرنس میں شرکت اور مقالے کی خواندگی اور رابطہ کی نمائندگی اس کی روشن مثالیں ہیں بالخصوص رابطہ کے جنرل سکریٹری محمد علی الحرکان اور ڈاکٹر عمر نصیف اور موجودہ سکریٹری عبداللہ عبدالمحسن الترکی آپ کی علمی صلاحیتوں کی وجہ سے آپ کو بے حد عزیز رکھتے تھے اور سفر وحضر میں ساتھ رکھنے کے علاوہ بیرون ملک کانفرنسوں میں آپ کو اپنا نمائندہ بنا کر بھی بھیجتے تھے۔ اور یہ سب کچھ آپ کی علمی صلاحیت اور اخلاص وامانت کی وجہ سے ممکن ہوسکا تھا۔ آپ اپنے ذاتی اثر ورسوخ کی وجہ سے ہندوستان کے بے شمار اداروں کو مدد پہونچانے میں ہمیشہ تعاون اور رہنمائی کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی نیکیوں کو آپ کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین

آپ کے مشہور اساتذہ: ہندوستان کی دو عظیم درسگاہوں ندوۃ العلماء لکھنؤ اور جامعہ سلفیہ بنارس اور اسی طرح عالم اسلام کی مشہور یونیورسٹی جامعہ اسلامیہ مدینہ میں تعلیم حاصل کرنے کی وجہ سے آپ کے اساتذہ کی ایک طویل فہرست ہے جن میں سے چنندہ نام درج ذیل ہیں:

(۱) مشہور ادیب اور کئی زبانوں کے ماہر ڈاکٹر تقی الدین ھلالی (۲) محدث مدینہ شیخ عبدالمحسن حمد العباد (۳) شامی ادیب شیخ محمد المجذوب (۴) علامہ محمد امین الشنقیطی (۵) ڈاکٹر محمد امین المصری (۶) شیخ الحدیث عبیداللہ رحمانی (۷) مولانا نذیر احمد املوی (۸) ڈاکٹر ابوشحمہ (مکہ مکرمہ) (۹) ڈاکٹر سید صقر (مکہ) (۱۰) شیخ ربیع ھادی مدخلی،

شیخ ابن باز اور علامہ ناصر البانی اور شیخ حماد انصاری جیسے اساطین علم کے دروس اور ملاقاتوں سے استفادہ اور علمی سیرابی بھی حاصل کی تھی۔

سند اجازہ : آپ نے (۱) محدث مدینہ شیخ حماد بن محمد

انصاری اور (۲) شیخ الحدیث عبید اللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ سے سند اجازہ حاصل کیا تھا۔

تصنیفات وتحقیقات : آپ کے رشحات قلم نے تالیف وترجمہ اور تحقیق وتعلیق کے میدان میں بہترین اور قابل قدر جوہر دکھائے ہیں جس سے عالم عرب وعجم کو ایک نئی راہ اور منزل ملی ہے۔ ذیل میں آپ کی تالیف کردہ کتابیں تحقیقات وتعلیقات اور اسی طرح مختلف اردو کتابوں کے عربی ترجمے ھدیۂ ناظرین ہیں:

(۱) محمد بن عبدالوهاب مصلح مظلوم ومفترى عليه:

مولانا مسعود عالم ندوی کی معرکۃ الآراء کتاب محمد بن عبدالوہاب ایک مظلوم اور بدنام مصلح کا بہترین اور مستند عربی ترجمہ اور اس پر تعلیق وحاشیہ جو اپنی افادیت اور مرجعیت کی وجہ سے عالم عرب میں بے حد مقبول ہے اور متعدد ایڈیشن سرکاری وغیر سرکاری اداروں سے شائع پذیر ہو کر داد تحسین حاصل کر چکے ہیں۔

(۲) تحقيق ودراسة معرفة الثقات للامام العجلى

(۳) ... الشجرة فى احوال الرجال للامام الجوز جانى

(۴)... امارات النبوة ...

(۵) ... سوالات الآجرى أباداؤد والسجستانى فى الجرح والتعديل (دوجلد)

(۶) تحقيق ودراسة الجزء الحادى العشرمن كتاب اتحاف المهرة لابن حجر (اتحاف المھرۃ کی گیارہویں جلد کی تحقیق وتخریج مرکز خدمۃ السنہ مدینہ کی فرمائش پر)

(۷) تحقيق ودراسة الجزء السادس من كتاب لسان الميزان لابن حجر (مرکز خدمۃ السنہ کی فرمائش پر)

(۸) تحقيق و دراسة فوائد فى علوم الحديث وأهله و كتبه للمباركبورى صاحب تحفة الاحوذى (یہ کتاب مرجع کی حیثیت سے سعودی عرب میں نصاب میں داخل ہے)

(۹) المهدى المنتظر فى ضوء الاحاديث والآثار الصحيحه و اقوال اهل العلم وآراء الفرق المختلفة (یہ آپ کے ماجستر کا رسالہ ہے جو عالم عرب وعجم میں اپنے موضوع پر بطور مرجع تسلیم کیا جاتا ہے)

(۱۰) الموسوعة فى احاديث المهدى الضعيفة الموضوعة (تالیف)

(۱۱) سيرة الامام البخارى : مولانا عبدالسلام مبارکپوری کی مایہ ناز اردو کتاب سیرۃ البخاری کا عربی ترجمہ (دو جلدوں میں مقبول خاص وعام ہے)

(۱۲) رسالة الدكتوراة: تحقيق وتخريج القسم الرابع من سنن أبى داؤد (اور اس پر ایک وقیع علمی مقدمہ جو امام ابوداؤد کی سوانح پر مشتمل ہے)

محاضرات وکانفرنسیں : اپنی علمی وتحقیقی صلاحیتوں کی وجہ سے عالم اسلام اور پوری دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے منعقد ہونے والی کانفرنسوں میں بھی آپ مدعو کئے جاتے تھے اور بسا اوقات رابطہ کمیٹی کی نمائندگی بھی کیا کرتے تھے۔ ذیل میں ان کانفرنسوں کا ذکر ہے جس میں آپ نے شرکت کی اور اپنے علمی مقالات اور نمائندگی سے اہل اسلام کو بھرپور فائدہ پہونچایا۔ فجزاه الله عنا خير الجزاء

(۱) ۱۳۹۸ھ المؤتمر الاسلامی الآسیوی الاول کراچی (وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیۃ کی طرف سے)

(۲) ۱۳۹۹ھ وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ کی پہلی کانفرنس مکہ مکرمہ میں

(۳) ۱۴۰۰ھ وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ کی دوسری کانفرنس مکہ مکرمہ میں

(۴) ۱۴۰۱ھ وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ کی تیسری کانفرنس مکہ مکرمہ میں

(۴) ۱۴۰۰ھ دورات تدریب الائمۃ والدعاۃ مقدیشو صومال میں (محاضرات پیش کئے)

(۶) ۱۴۰۲ھ المؤتمر الاقلیمی لمنظمۃ الدعوۃ الاسلامیۃ لجنوب شرق آسیا (ملیشیا میں)

(۷) ۱۴۰۳ھ دورات تدریب الائمۃ والدعاۃ (بانکوک رتھائی لینڈ)

(۸) ۱۴۰۴ھ المؤتمر العالمی الثانی لتوجیہ الدعوۃ واعداد الدعاۃ (مدینہ منورہ)

(۹) ۱۴۰۵ھ دورات تدریب الائمۃ والدعاۃ (کوکس بازار بنگلہ دیش)

(۱۰) ۱۴۰۸ھ المؤتمر الاسلامی العام الثالث (مکہ مکرمہ)

(۱۱) ۱۴۰۸ھ الندوۃ العالمیۃ عن حیاۃ شیخ الاسلام ابن تیمیہ (بنارس) (یہ ہماری طالب علمی کا دور تھا اور ہم طلباء اس میں بطور رضا کاران اسٹیج ومہمانان علماء کی خدمت پر معمور تھے)

(۱۲) المؤتمر الاسلامی العالمی لمناقشۃ الاوضاع الحاضرۃ فی الخلیج (مکہ مکرمہ)

مقالات : ڈاکٹر عبدالعلیم ایک علمی وتحقیقی شخصیت کے مالک تھے، مختلف کتابوں کی تحقیق اور تصنیف کے ساتھ ساتھ آپ نے بے شمار مقالات تحریر کئے جو ملک وبیرون ملک بالخصوص رابطہ کے مجلّات اور ہندوستان میں صوت الأمۃ یا دیگر اردو جرائد محدث اور التوعیہ وغیرہ میں شائع ہوتے رہے زیر تذکرہ کچھ مقالات جو دستیاب ہوسکے ہیں ان کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے تاکہ اہل علم کے لئے استفادہ ممکن ہوسکے:

(۱) إقرا باسمک مجلة رابطه العالم الاسلامی عدد:۳۳۱/صفر ۱۴۱۳ھ

(۲) فی الوقت الضائع ... عدد:۳۳۳/ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ

(۳) لاتکن بخیلاً ... عدد: ۱۳۰۵/۲۲ رمضان ۱۴۱۳ھ

(۴) صلوا والناس نیام ...۹/۹/۱۴۱۳ھ

(۵) من أوغال الحضارة ...۱۴۲۹ھ

(۶) الی الجنة بالسلاسل ... عدد: ۱۸۹۴/ ۱۳ جمادی الآخرۃ ۱۴۲۶ھ

(۷) ایک عظیم مفکر ایک عظیم داعی محب الدین خطیب / مقالہ نگار علامہ ممدوح فخری / مترجم عبدالعلیم بستوی (ماہنامہ التوعیہ نئی دہلی: اپریل، مئی/۱۹۸۸ء)

(۸) استاد محترم علامہ ہلالی کے ساتھ یادوں کا ایک سفر (ماہنامہ التوعیہ نئی دہلی اکتوبر/ ۱۹۹۳ء)

(۹) میرے مشفق بھائی اور مربی مولانا عبدالنور ندوی رحمہ اللہ (ماہنامہ التوعیہ نئی دہلی اپریل ۱۹۹۳ء)

اوراس کے علاوہ دیگر علمی وتحقیقی مضامین ہیں جو ملکی اور عالمی مجلّات: صوت الأمۃ، محدث بنارس اور دیگر مجلّات میں شائع ہوئے ہیں، یہ تو بطور نمونہ پیش خدمت تھے۔

معروف سلفی ادیب اور مؤرخ ڈاکٹر تقی الدین ہلالی رحمہ اللہ کے توصیفی کلمات: ڈاکٹر تقی الدین ہلالی رحمہ اللہ اپنے شاگرد عبدالعلیم بستوی کی کتاب ''محمد بن عبدالوہاب مصلح مظلوم ومفتریٰ علیہ'' کے مقدمے میں آپ کی علمی خدمت اور تحقیقی صلاحیتوں کے سلسلے میں رقمطراز ہیں کہ ''اگر اس عظیم الشان کام کو اردو زبان میں انجام دینے میں میرے ایک شاگرد استاذ مسعود عالم ندوی کی کاوشوں کا عمل دخل ہے تو عربی قالب میں ڈھالنے اور اس کا سلیس اور عمدہ عربی ترجمہ کرنے میں میرے دوسرے شاگرد عبدالعلیم بن عبدالعظیم کی محنتوں کا نتیجہ ہے جو جامعہ اسلامیہ مدینہ سے فارغ التحصیل اور فی الوقت مکہ میں ماجستر (ایم اے) کررہے ہیں۔ آگے لکھتے ہیں کہ مترجم کتاب نے بے حد عمدہ ترجمانی کی ہے اور شروع سے اخیر تک مجھے پڑھ کر سنایا ہے، میں نے انہیں کچھ مشورے بھی دیئے ہیں، پھر آگے لکھتے ہیں ''فجاء هذا الكتاب جوهرة نفيسة وتحفة تقدر بثمن خصوصا و قدزينه المترجم بحواشي عقيدة تكملة للبحث ناقص وايضاحالشيء غامض وأنا اقترح على سماحة رئيسنا الجليل الاستاذ عبدالعزيز بن باز أطال الله بقاءه و ادام في سماء المعالى ارتقاءه آن يقرأ هذا الكتاب وأن يأمر بطبعه ونشره ليعم فائدته لجميع طلاب العلم من المسلمين وغيرهم'' چنانچہ یہ کتاب ایک عمدہ جوہر اور بیش بہا تحفہ ہے جس کی قیمت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا خاص طور سے مترجم کتاب نے مختلف جگہوں پر اپنی علمی اور وضاحتی حاشیہ آرائی سے اسے چار چاند لگا دیا ہے اس لئے میں اپنے محترم رئیس الاستاذ شیخ ابن باز (اللہ آپ کی عمر دراز کرے اور ترقی کے اعلیٰ منازل تک پہونچائے) کو مشورہ دینا چاہوں گا کہ اس کتاب کو پڑھیں اور اس کی طباعت واشاعت کا انتظام کریں تاکہ اس کا فائدہ تمام طلباء اور اہل علم تک عام ہوسکے۔ (مقدمۃ الہلالی علی کتاب محمد بن عبدالوہاب مصلح مظلوم ومفتریٰ علیہ: ص ۱۲)

مؤرخ جماعت استاذنا الجلیل علامہ عبدالحمید رحمانی رحمہ اللہ کا وقیع علمی وتاریخی تبصرہ:

ڈاکٹر عبدالعلیم کے گرانقدر مضمون ''امام ابوداؤد سجستانی حیات اور علمی درجہ ومقام'' کے اردو ترجمہ پر اپنے ادارتی نوٹ میں ان کی علمی شان اور قدرومنزلت میں ایک وقیع علمی اور تاریخی تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''مقالہ درج ذیل کے کاتب ہمارے عزیز دوست ڈاکٹر عبدالعلیم مولانا عبدالعظیم صاحب رحمہ اللہ کے سب سے چھوٹے لیکن سب سے لائق وفائق خلف ہیں۔ ان کی تعلیم کا بیشتر وقت بھی دارالعلوم ندوۃ العلماء میں گزرا، علم حدیث کی تکمیل کے لئے وہ اخیر میں جامعہ سلفیہ بنارس تشریف لائے اور یہیں سے انہیں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ جانے کی سعادت نصیب ہوئی، یہ جس جگہ بھی رہے ان کی ذہانت، ان کی بھرپور جدوجہد اور مفوضہ ذمہ داریوں کی ادائیگی کے سلسلے میں ان کی امانت ودیانت کی روح نے انہیں نمایاں اور ممتاز مقام بخشا طالب علمی کے دور میں تقریباً تمام متداول علوم وفنون میں انہیں اپنے ساتھیوں پر سبقت حاصل رہی، ندوہ، جامعہ سلفیہ، جامعہ اسلامیہ، جامعہ ام القریٰ، جامعہ از ہر ہر جگہ علمی نتائج اور دینی واخلاقی معیار الغرض ہر میدان میں یہ ممتاز اور نمایاں رہے۔ ان کی سنجیدگی، اپنے مقصد سے ان کا گہرا لگاؤ اور اپنے موضوع سے ان کی گہری دلچسپی کا یہ نتیجہ رہا کہ ان کے قلم اور زبان سے کوئی غیر معیاری اور سطحی بات نہیں نکلی جو کچھ بھی انہوں نے اپنے قلم سے لکھا اپنی

زبان سے کہا،عقیدہ وفکراور مسلک ومنہج کی معیاری ترجمانی اس کا طغرائے امتیاز رہا۔

عربی اور اردو زبانوں میں یکساں قدرت اور انگریزی سے حسب ضرورت واقفیت نے ان کے سامنے علمی اور تحقیقی کاموں کے دروازے کھول دیئے۔

ڈاکٹرعبدلعلیم ان خوش قسمت لوگوں میں سے ہیں جنہیں اپنے دور کےعظیم لغوی، مقامی زبانوں کے ماہر، انگریزی، فرنچ، جرمنی، اردواور فارسی زبانوں کے عالم، عربی ادب وبلاغت اور نظم ....کے امام ومرجع توحید وسنت کے داعی، علوم حدیث کے شیدائی، علامہ محمد تقی الدین ہلالی کی خصوصی عنایات اور تربیت سے بہرور ہونے کے قیمتی مواقع ملے۔ (مجموعہ مقالات: رحمانی صاحب ۲۵۴/۴)

اور ایک جگہ رقمطراز ہیں کہ: ’’تیسرے صاحبزادے زیر تذکرہ مولانا عبدالنور صاحب تھے اور چوتھے اور سب سے چھوٹے صاحبزادے ہمارے دوست ڈاکٹرعبدالعلیم ہیں جو رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے شعبہ نصاب تعلیم کے ایک اہم منصب پر فائز ہیں اور طالب علمی کے دور سے اب تک اپنی ذہانت و فطانت اپنے تعمیری ذہن اپنی تحقیقات وتصنیفات اور تعلیم کی روانی اور افکار کی ندرت عربی اردو دونوں زبانوں میں تصنیف وتالیف وتحقیق اور خطابت وتکلم پر بھرپور قدرت اور انگریزی سمجھنے، لکھنے اور بولنے کی واجبی صلاحیت کے اعتبار سے ایک خاص مقام رکھتے، کتاب وسنت اور صحیح منہج سلف کی فکری وعملی تعبیروں اور عالمی انداز میں اس کو برپا کرنے کے سلسلے میں اپنے تعمیری افکار اور موجودہ دور کی شخصیات کے مراتب کی تعیین میں انہیں خاص جگہ حاصل ہے، تخریج وتحقیق حدیث اور علم اسماء الرجال میں فاضلانہ حیثیت کے حامل ہیں۔ (مجموعہ مقالات رحمانی صاحب: ۳۵۸/۳)

پسماندگان اور اہل خانہ : آپ کے چار بھائی تھے اور چار ہی بہنیں تھیں، بھائیوں میں سب سے بڑے (۱) مولانا عبدالودود سلفی مرحوم مدرس جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر (۲) اس کے بعد مولانا عبدالصبور رحمانی مرحوم (والد مولانا سعید اختر مدنی اور مسعود عالم عرف مسو بھائی (اکرہرا) (۳) تیسرے نمبر پر مشہور اسکالر مولانا عبدالنور ازہری معروف بہ نورعظیم ندوی (مرحوم) اور چوتھے خود آپ تھے۔ آپ نے اپنے پیچھے ایک بیوی اور دولڑکے اور چھ لڑکیاں اور اس کے علاوہ پوتوں اور نواسوں کی ایک بڑی تعداد چھوڑی ہے اللہ تعالیٰ سبھی کو صبر جمیل اور ایمان پر سلامتی عطا فرمائے۔ آمین

وفات : کئی سالوں سے آپ ذیابطیس کے مہلک مرض میں مبتلا تھے، جس کی وجہ سے گردے کی تکلیف رہا کرتی تھی۔ قضاء الٰہی آپہونچی اور ۱۲/رمضان ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۸/جون ۲۰۱۶ء بروز سنیچر بوقت ظہر مکہ مکرمہ میں عمر کی ۶۸ بہاریں دیکھ کر اللہ کو پیارے ہوئے (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ) اہل خانہ کا بیان ہے کہ آخری وقت میں جو کتاب آپ کے زیر مطالعہ آپ کی پرسنل لائبریری میں میز پر ملی وہ شیخ البانی رحمہ اللہ کی ’’احکام الجنائز‘‘ تھی جو کھلی ہوئی میز پر سامنے موجود تھی۔ آپ کی نماز جنازہ بعد نماز مغرب حرم مکی میں لاکھوں مقتدیوں کے ہجوم میں پڑھی گئی اور مکہ کے قدیم قبرستان شرائع میں تدفین ہوئی۔ خدا رحمت کندایں عاشقان پاک طینت را ’’اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه وألهم ذويه الصبر والسلوان واسكنه فسيح الجنان، آمين، تقبل يا رب العالمين‘‘۔

❖ ❖ ❖

[۵]

عقیدہ ومنہج

اللہ تعالیٰ عرش پر ہے ہر جگہ نہیں

محمد مقیم فیضی

اللہ تعالیٰ کے علو سے متعلق ائمہ اربعہ کا عقیدہ

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ :

علامہ ذہبی رحمہ اللہ اپنی کتاب العلو میں فرماتے ہیں:

''ہمیں صاحب فقہ اکبر ابومطیع حکم بن عبداللہ بلخی کے متعلق یہ خبر پہنچی ہے کہ انھوں نے فرمایا: ''سَأَلْتُ أَبَا حَنِيْفَةَ عَمَّنْ يَقُوْلُ: لَا أَعْرِفُ رَبِّيْ فِي السَّمَاءِ أَوْ فِي الْأَرْضِ. فَقَالَ: قَدْ كَفَرَ، لِأَنَّ اللهَ تَعَالىٰ يَقُوْلُ: "اَلرَّحْمٰنُ عَلىٰ الْعَرْشِ اسْتَوٰى" وَعَرْشُهُ فَوْقَ سَمَاوَاتِهِ، فَقُلْتُ: إِنَّهُ يَقُوْلُ: أَقُوْلُ عَلىٰ الْعَرْشِ اسْتَوٰى، وَلَكِنْ قَالَ: لَا يُدْرَى الْعَرْشُ فِي السَّمَاءِ أَوْ فِي الْأَرْضِ . قَالَ: إِذَا أَنْكَرَأَنَّهُ فِي السَّمَاءِ فَقَدْ كَفَرَ''(رواہا صاحب الفاروق:۱۰۳)

میں نے (امام) ابوحنیفہ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جو یہ کہتا ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ میرا رب آسمان میں ہے یا زمین میں. تو انھوں نے فرمایا: اس شخص نے کفر کیا؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى) رحمان عرش پر مستوی ہوا۔ اور اس کا عرش اس کے آسمانوں کے اوپر ہے۔ میں نے عرض کیا: وہ کہتا ہے: میں اس بات کا تو قائل ہوں کہ وہ عرش پر مستوی ہے مگر کہتا ہے کہ یہ معلوم نہیں کہ عرش آسمان میں ہے یا زمین میں۔ انھوں نے فرمایا: اگر وہ اس بات سے انکار کرے کہ وہ آسمان میں ہے تو یقینا اس نے کفر کیا۔ (اسے صاحب الفاروق نے روایت کیا ہے: ۱۰۳)

علامہ البانی فرماتے ہیں: ہم کہتے ہیں : یہ ابومطیع صاحب (امام) ابوحنیفہ کے بڑے شاگردوں اور فقہائے احناف میں سے ہیں، مولف نے (یعنی ذہبی نے) ''المیزان'' میں فرمایا کہ:

''یہ اصحاب رائے میں صاحب نظر اور بلند رتبہ علامہ تھے، مگر ضبط اثر (روایت کو صحیح طریقے سے یاد کرنے اور ادا کرنے) میں کمزور تھے، اور ابن مبارک ان کے دین اور علم کی وجہ سے ان کی تعظیم وتوقیر فرمایا کرتے تھے، ابن معین نے فرمایا: یہ کچھ نہیں ہیں اور...''۔

ہم کہتے ہیں : مولف کے انہیں ''صاحب الفقہ الاکبر'' کہنے میں اس بات کی طرف قوی اشارہ ہے کہ ''الفقہ الاکبر'' نامی کتاب احناف کے یہاں مشہور ہونے کے برخلاف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے، اور اس کے متعدد ایڈیشن انہیں کی طرف منسوب ہوکر شائع ہو چکے ہیں، اور متعدد احناف نے اس کی شرح بھی کی ہے، ان میں سے ایک ابومنصور ماتریدی بھی ہیں جن کی طرف عقیدے میں اکثر احناف منسوب ہیں، اور ان کے جمہور اس مسئلے میں تاویل کرنے والوں میں سے ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ یہ ابومنصور ماتریدی صاحب اس کتاب میں اور ''الفقہ الاکبر'' میں مذکور امام ابوحنیفہ کے اس قول کی ایسی تاویل کرتے ہیں جس کے نتیجے میں ان کا قول فاسد ہوجاتا ہے اور عدم تاویل کے مسلک میں وہ جماعت سلف سے باہر ہوجاتے ہیں، چنانچہ یہ جناب امام صاحب رحمہ اللہ کے قول: ''یقینا اس نے کفر کیا'' کی تاویل میں (ص ۱۹ ر طبع مصر میں) کہتے ہیں: ''کیونکہ اس کے اس قول سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ

اس کی کوئی جگہ ہے اس لئے وہ مشرک ہوجاتا ہے''! اور ان کے کلام کے آخر پر ذرا توجہ نہیں دیتے جو جناب کی تاویل کو باطل کردیتا ہے اور وہ امام صاحب رحمہ اللہ کا یہ فرمانا ہے کہ:

''کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى) رحمان عرش پر مستوی ہے۔

ہم کہتے ہیں: یہ عبارت اس معنی میں صریح ہے کہ اس کے کفر کی علت اس چیز کا انکار ہے جس پر یہ آیت صریح طور پر دلالت کرتی ہے یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا اپنے عرش پر بلند ہونا، نہ یہ کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے لئے مکان (جگہ) کا خیال پیدا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے۔

اور جو بات ہم نے کہی ہے وہی شارح طحاویہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ابو مطیع بلخی کی روایت (ص ۳۲۳ طبع المکتب الاسلامی طباعت چہارم) کو ذکر کرنے کے بعد کہی ہے:

''اور مسلک ابوحنیفہ کی طرف منسوب جن لوگوں نے اس کا انکار کیا ہے ان کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی، کیونکہ ان کی طرف معتزلہ وغیرہ کے بھی کچھ گروہ منسوب ہوئے ہیں جو ان کے بہت سے اعتقادات میں ان کے مخالف ہیں، اور کبھی مالک، شافعی اور احمد کی طرف بھی ایسے لوگ منسوب ہوجاتے ہیں جو ان کے بعض اعتقادات میں ان کے مخالف ہوتے ہیں، اور جب بشر مریسی نے اللہ عزوجل کے عرش کے اوپر ہونے کا انکار کیا تو امام ابو یوسف کے ان سے توبہ کرانے کا قصہ مشہور ہے، جسے عبدالرحمان بن ابی حاتم وغیرہ نے روایت کیا ہے''۔

ہم کہتے ہیں: مذکورہ قصہ ان شاء اللہ تعالیٰ قریب ہی ابو یوسف کے ترجمہ میں آئے گا، اور اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ امام ابوحنیفہ کے اگلے اصحاب اللہ تعالیٰ کے اپنے عرش پر بلند ہونے پر ایمان رکھنے میں سلف کے ساتھ تھے، اور اس سے ان روایات کو کچھ قوت ضرور مل جاتی ہے جو امام ابوحنیفہ سے مروی ہیں، اور اسی قبیل سے امام ابو جعفر طحاوی حنفی کی اپنے عقیدے میں یہ صراحت بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش اور اس کے علاوہ تمام چیزوں سے مستغنی ہے، ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور ہر چیز سے اوپر ہے۔ انتھی (مختصر العلو للالبانی ۱۳۶-۱۳۷)

ایک بات یہاں یہ قابل ذکر ہے کہ احناف جن کتابوں اور راویوں اور جن اصولوں کے تحت دیگر مسائل میں امام ابوحنیفہ کا مسلک لیتے ہیں اسی کے مطابق اور اسی معیار پر یہ روایت بھی ہے اس لئے اس روایت کا اپنے خلفی مسلک کے مخالف ہونے کی وجہ سے اصول محدثین کی طرف لے جانے کا انہیں کوئی حق نہیں ہے کیونکہ یہ دوہرا پیمانہ ہے جو کسی طرح بھی قرین انصاف نہیں ہے۔

شیخ الاسلام عبداللہ بن مبارک (۱۱۸-۱۸۱)
شاگرد امام ابوحنیفہ کا عقیدہ

علامہ ذہبی فرماتے ہیں: ''علی بن حسن بن شقیق سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مبارک سے پوچھا: كيف نعرف ربنا عزوجل؟ ہم اپنے رب عزوجل کو کیسے پہچانیں؟ تو انھوں نے فرمایا: ''في السماء السابعة على عرشه، ولا نقول كما تقول الجهمية: إنه هاهنا في الأرض''

وہ ساتویں آسمان میں اپنے عرش پر ہے، اور ہم جہمیہ کی طرح یہ نہیں کہتے ہیں کہ وہ یہاں زمین میں ہے۔ (علامہ البانی فرماتے ہیں: دارمی نے ''الرد علی المریسی'' (ص ۲۴ و ۱۰۳) پر اور ''الرد علی الجہمیۃ'' (ص ۵۰) پر اس کی تخریج کی ہے، اور عبداللہ بن احمد نے متعدد طرق سے ابن شقیق کے حوالے سے (ص ۷، ۲۵، ۳۵ اور ۷۲) پر اسے روایت کیا ہے، اور جیسا کہ مولف رحمہ اللہ نے یہاں فرمایا ہے یہ روایت صحیح ہے، اور اپنے ''مختصر'' میں فرمایا: ''یہ روایت ابن مبارک اور احمد رضی اللہ عنہ سے صحیح

ہے ثابت ہے''۔اورابن تیمیہ نے بھی (الحمویہ) میں اورابن القیم نے اپنی ''الجیوش'' (ص ۴۴) پراسے صحیح قرار دیا ہے اور دوسری جگہ (ص ۸۴) پر فرمایا: ''ان سے یوں صحیح طور پر ثابت ہے کہ اس کی صحت قریب قریب متواتر ہے''۔(مختصر العلو للعلی الغفار ص:۱۵۱۔۱۵۲))

جب یہ بات امام احمد بن حنبل سے بتائی گئی تو انھوں نے فرمایا: یہ بات ہمارے یہاں بھی ایسی ہی ہے۔

اوران سے مصنف کی ایک روایت میں ہے کہ فرمایا:

میں نے ابن مبارک سے پوچھا: كيف ينبغي لنا أن نعرف ربنا عزوجل؟ ہمیں اپنے رب عزوجل کو کیسے پہچاننا چاہیے؟ تو انھوں نے فرمایا: ''على السماء السابعة على عرشه، ولا نقول كما تقول الجهمية: إنه هاهنا في الأرض''

(یوں جاننا چاہیے کہ وہ) ساتویں آسمان پر اپنے عرش پر ہے اور ہم جہمیہ کی طرح یہ نہیں کہتے کہ وہ یہاں زمین پر ہے''۔

حماد بن زید بصری حافظ (حدیث) علم کے ستونوں میں سے ایک

(۹۸۔۱۷۹) جنھیں احناف نے امام ابوحنیفہ کا شاگرد بتایا ہے۔

تقی الدین بن عبدالقادر غزی کی کتاب "الطبقات السنية في تراجم الحنفية" میں ترجمہ نمبر ۷۹۲ کے تحت حماد بن زید کے متعلق لکھا ہے کہ: عبدالقادر قرشی نے ''الجواہر'' میں ان کا تذکرہ کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں: "حماد بن زيد الإمام الكبير المشهور، وهوالراوى عنه أن الوتر فريضة، وله ذكر في "مبسوط شمس الأئمة" وشهرته تغني عن الاطناب"

حماد بن زید بڑے اور مشہور امام ہیں، انھوں نے فقہ امام ابوحنیفہ سے حاصل کی تھی، اور وہی ان سے یہ روایت کرنے والے بھی ہیں کہ وتر فرض ہے،ا ور "مبسوط شمس الأئمة" میں ان کا تذکرہ آیا ہے، اوران کی شہرت طوالت سے بے نیاز کردیتی ہے۔انتھی

علامہ ذہبی فرماتے ہیں: سلیمان بن حرب کہتے ہیں کہ میں نے حماد بن زید کوفرماتے ہوئے سنا: ''إنما يدورون على أن يقولوا ليس في السماء إله. يعني الجهمية''.

یہ تو اس بات کے گرد گھوم رہے ہیں کہ کہہ دیں آسمان میں کوئی اِلہٰ (معبود) ہی نہیں ہے۔(ان کی مراد جہمیہ ہیں)۔

علامہ ذہبی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: سلف، ائمہ سنت، بلکہ صحابہ، اللہ، اس کے رسول اور مومنوں کی بات یہی ہے کہ اللہ عزوجل آسمان میں ہے، اور اللہ عرش پر ہے، اور اللہ اپنے آسمانوں کے اوپر ہے، اورآسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے، اوراس سلسلے میں ان کی دلیل نصوص وآثار ہیں۔

اور جہمیہ کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے، اللہ تعالیٰ ان کی اس بات سے بلند ہے، بلکہ وہ اپنے علم کے ذریعہ ہمارے ساتھ ہوتا ہے ہم جہاں کہیں بھی ہوتے ہیں۔

اور متأخر متکلمین کا ماننا یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ نہ آسمان میں ہے، نہ عرش پر ہے، نہ آسمانوں کے اوپر ہے، نہ زمین میں ہے، نہ عالم کے اندر ہے، نہ عالم کے باہر ہے، نہ وہ مخلوق سے جدا ہے، نہ ان سے ملا ہوا ہے! کہتے ہیں: یہ ساری اشیاء اجسام کی صفات ہیں اوراللہ تعالیٰ جسم سے منزہ ہے!

اہل سنت واثر ان سے کہتے ہیں: ہم اس بحث میں نہیں پڑتے ہیں، جو ہم نے بیان کیا ہے اس کے قائل ہم نصوص کی اتباع وپیروی میں ہیں، اگر چہ تمہارا دعوی ہے ... اور ہم تمہاری باتوں کے قائل نہیں ہیں، کیونکہ یہ سلبی چیزیں معدوم کی

صفت ہوتی ہیں، اللہ جل جلالہ عدم سے بلند ہے، بلکہ وہ موجود ہے اور اپنی مخلوق سے ممتاز ہے، اور اس صفت سے موصوف ہے جو اس نے اپنے بارے میں بتائی ہے کہ وہ بلا کیف عرش کے اوپر ہے۔ (یعنی وہ عرش کے اوپر ہے مگر اس کی کیفیت معلوم نہیں ہے)۔ علم اور رتبہ بلند میں حماد بن زید عراقیوں کے لئے ایسے ہی ہیں جیسے حجازیوں کے لئے مالک بن انس۔

علامہ البانی صاحب رحمہ اللہ نے مذکورہ روایت کے متعلق فرمایا کہ اس کی اسناد صحیح ہے اور ابن تیمیہ نے بھی اسے حمویہ میں صحیح قرار دیا ہے۔

(مختصر العلو للألبانی ۱۴۶-۱۴۷)

فقیہ خراسان نوح الجامع (..۱۷۳)

شاگرد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ

علامہ ذہبی فرماتے ہیں: حافظ احمد بن سعید دارمی نے فرمایا: میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے ابوعصمۃ نوح بن (ابی) مریم رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا، جبکہ ایک شخص نے ان سے اللہ عزوجل کے متعلق پوچھا تھا کہ کیا وہ آسمان میں ہے؟ تو انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ حدیث بیان کی جس میں آپ نے لونڈی سے سوال کیا تھا کہ اللہ کہاں ہے؟ تو اس نے کہا تھا کہ آسمان میں تو آپ نے فرمایا تھا: (اسے آزاد کردو کیونکہ وہ مومنہ ہے) اس کے بعد نوح نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لئے اسے مومنہ ٹھہرایا ہے کیونکہ اس نے جان لیا کہ اللہ عزوجل آسمان میں ہے۔

اسے عبداللہ بن احمد بن حنبل نے کتاب ''السنۃ'' میں امام احمد سے روایت کیا ہے۔

علامہ البانی فرماتے ہیں: یہ نوح متہم ہیں جیسا کہ (ص ۱۳۴) پر گزرا۔ مولف نے اس روایت کو ان کے علم وفقہ سے استشہاد کے لئے بیان کیا ہے بالخصوص اس لئے بھی کہ وہ حنفی ہیں، مقصود ان کی حدیث اور روایت نہیں ہے۔ اور احمد بن سعید دارمی شیخین (بخاری ومسلم) کے شیوخ میں سے ہیں، اور یہ عثمان بن سعید دارمی مولف ''الرد علی المریسی'' اور ''الرد علی الجہمیۃ'' کے علاوہ ہیں، اور ''مسند دارمی'' کے نام سے معروف صاحب سنن عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی کے بھی علاوہ ہیں۔

مگر ان کے والد سعید جو ابن صخر دارمی ہیں ان کے متعلق ابن ابی حاتم (۲/۱/۳۴) پر اپنے والد کے واسطے سے فرماتے ہیں کہ وہ مجہول ہیں۔ (مختصر العلو ص ۱۵۳-۱۵۴)

قاضی ابو یوسف یعقوب ابن ابراہیم کوفی رحمہ اللہ
شاگرد رشید امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ (...-۱۸۲)

علامہ ذہبی فرماتے ہیں: بشار بن موسی خفاف بیان کرتے ہیں کہ بشر بن ولید کندی قاضی ابو یوسف کے پاس آئے اور ان سے کہا: آپ مجھے تو کلام سے منع کرتے ہیں جبکہ بشر مریسی اور علی احول کلام کرتے ہیں! انھوں نے فرمایا: وہ لوگ کیا کہتے ہیں: کہا: وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ ہر جگہ ہے، تو ابو یوسف نے فرمایا: انہیں میرے پاس پکڑ لاؤ، چنانچہ وہ لوگ ان کے پاس گئے، بشر تو اٹھ چکے تھے، مگر علی احول اور ایک دوسرے شیخ پکڑ میں آ گئے اور انہیں لایا گیا، تو امام ابو یوسف نے شیخ کی طرف دیکھ کر فرمایا: اگر آپ مقام ادب پر نہ ہوتے تو میں آپ کو پٹواتا۔ پھر حکم دیا کہ انہیں قید کرو، اور احول کو پیٹا اور گھمایا گیا۔

علامہ البانی فرماتے ہیں: مصنف نے اس روایت کو ابن ابی حاتم کے حوالے سے پیش کیا ہے: حدثنا الحسن بن علی بن مھران حدثنا بشار بن موسی الخفاف.
میں کہتا ہوں! یہ بشار ضعیف ہیں بہت غلطیاں کرتے ہیں۔ انتھی

امام ابو یوسف صاحب کلام کے متعلق بڑے سخت تھے، علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ ابو یوسف رحمہ اللہ سے ثابت ہے کہ

انھوں نے فرمایا:

''مَنْ طَلَبَ الدِّیْنَ بِالْکَلَامِ تَزَنْدَقَ، وَمَنْ طَلَبَ الْمَالَ بِالْکِیْمِیَاءِ أُفلِسَ، وَمَنْ تَتَبَّعَ غَرِیْبَ الْحَدِیْثَ کَذَبَ''

جس نے کلام سے دین کی جستجو کی وہ زندیق ہوگیا،جس نے کیمیاء سے مال طلب کیا وہ مفلس ہوگیا، اورجس نے غریب حدیث کی جستجو کی اس نے جھوٹ بولا۔

علامہ البانی فرماتے ہیں: اسے ہروی نے 'ذم الکلام' (۶/ ۱۰۴/۱) پر بدوطریق ابویوسف سے روایت کیا ہے، اور امام ابن تیمیہ نے اپنے رسالہ''الجواب الفاصل'' میں جو المکتب الاسلامی کے مخطوطات میں ہے جزم کے ساتھ اس کی نسبت ان کی طرف کی ہے۔

پھر ہروی نے (۵/ ۹۴/ ۲) پر امام مالک سے بھی اسی کے مثل روایت کیا ہے۔(مختصر العلو ص ۱۵۴-۱۵۵)

اہل کلام کے نظریات واقوال سے ان کی بیزاری کی یہ بھی ایک دلیل ہے کہ انھوں نے خلق قرآن کے مسئلہ پر اپنے استاد امام ابوحنیفہ سے طویل مناظرہ کیا۔ چنانچہ علامہ ذہبی بیان کرتے ہیں کہ علی بن حسن کراعی نے کہا کہ (امام) ابویوسف نے فرمایا:

''ناظرت أبا حنیفة ستة أشهر، فاتفق رأینا علی أن من قال: القرآن مخلوق فهو کافر''.

میں نے چھ ماہ تک (امام) ابوحنیفہ سے مناظرہ کیا جس کے نتیجے میں ہم اس رائے پر متفق ہوگئے کہ جس نے کہا: قرآن مخلوق ہے وہ کافر ہے''۔

علامہ البانی فرماتے ہیں: ذہبی نے اسے بروایت ابن ابی حاتم الحافظ بیان کیا ہے:حدثنا احمد بن محمد بن مسلم حدثنا علی بن الحسن الکراعی.

میں کہتاہوں: یہ عمدہ سند ہے....(مختصر العلو ۱۵۵)

امام محمد بن حسن شیبانی (۱۸۹ھ)

دوسرے شاگردرشید امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ

علامہ ذہبی فرماتے ہیں: اورابوالقاسم ہبۃ اللہ لالکائی اورشیخ موفق الدین مقدسی وغیرہ نے بسند عبداللہ بن ابی حنیفہ دبوسی کے واسطے سے روایت کیاہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے محمد بن حسن شیبانی کوفرماتے ہوئے سنا:

''مشرق سے لیکر مغرب تک تمام فقہاء کا قرآن پر اور ان حدیثوں پر جو ثقات نے رسول اللہ ﷺ سے رب عزوجل کی صفت میں بیان کی ہیں بلاتفسیر (۱) بلا وصف اور بلا تشبیہ ایمان لانے پر اتفاق ہے،اورجس نے ان میں سے کسی چیز کی تفسیر کی وہ نبی ﷺ کے طریقے سے نکل گیا، اور جماعت سے جدا ہوگیا (کیونکہ انھوں نے نہ تونفی کی نہ اس کی تفسیر کی بلکہ کتاب وسنت کی باتوں پر ایمان لائے پھر خاموش ہوگئے، لہٰذا جوجہم کی باتوں کا قائل ہوا وہ جماعت سے نکل گیا) (۲) کیونکہ اس نے اللہ کو صفت لاشئ (یعنی صفت معدوم) سے موصوف کیاہے۔

(۱)(تفسیر سے مراد جہمیہ ومعطلہ کی تفسیر وتاویل ہے جنھوں نے صحابہ وتابعین کے مسلک اثبات کے برخلاف صفات کی تفسیریں کی ہیں۔ یہ بات امام ابن تیمیہ نے''العقیدہ الحمویہ''(ص ۱۱۵) میں کہی ہے۔

(۲)(یہ اضافہ لالکائی اورمولف کے مختصر میں اورابن تیمیہ کے''مفصل الاعتقاد''(ص ۴-۵ مجموعۃ الفتاوی ج ۴) میں ہے۔اورفرمایا کہ یہ روایت محمد بن حسن سے ثابت ہے)(مختصر العلو ص ۱۵۹)۔

ائمہ اربعہ کے ضمن میں امام ابوحنیفہ کے بعض شاگردوں کا تذکرہ صرف اس لئے کیا گیا تاکہ یہ حقیقت واضح ہوجائے کہ اس زمانے میں جو بزرگان دین بدعتیوں کی صفوں میں نہیں تھے ان سب کا عقیدہ یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر آسمانوں کے اوپر ہے۔ ہرجگہ نہیں ہے۔

امام دارالہجرہ مالک بن انس (۹۳-۱۷۹) رحمہ اللہ

علامہ ذہبی بیان کرتے ہیں کہ اسحاق بن عیسی طباع کہتے ہیں کہ امام مالک نے فرمایا: جب جب ہمارے پاس ایک سے بڑا دوسرا مجادلہ کرنے والا (یعنی بڑا مناظرے باز) آئے ہم اس کے جدل ومناظرہ کی وجہ سے ان باتوں کوترک کر دیں جوحضرت جبرئیل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے تھے؟

علامہ البانی فرماتے ہیں: اسے ابن عبدالبر نے ''الجامع'' (۲/۹۵ میں) ملتی جلتی عبارت میں بیان کیا ہے اور ہروی نے اسے ''ذم الکلام'' (۵/۱/۹۴) میں طباع کے واسطے سے بیان کیا ہے۔اوراس کی سند صحیح ہے۔

ذہبی فرماتے ہیں: عبداللہ بن احمد بن حنبل نے "الرد علی الجھمیۃ" میں روایت کیا ہے کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا (اس کی سند بواسطہ) عبداللہ بن نافع بیان کی ہے، وہ کہتے ہیں: مالک بن انس نے فرمایا: اللہ آسمان میں ہے اوراس کا علم ہرجگہ ہے، اس سے کوئی چیز خالی نہیں ہے۔

علامہ البانی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: عبداللہ نے ''السنۃ'' (ص ۵) اسی طرح ابوداود نے ''المسائل'' (۲۶۳)، آجری نے (ص ۲۸۹) اور لالکائی نے (ق/۱/۹۲/۲) میں اس کی تخریج کی ہے، اوراس کی سند صحیح ہے، آجری کی روایت میں امام احمد نے اس سے استدلال کیا ہے۔اورکوثری کا ''الاسماء'' (ص ط) میں اپنے مقدمے میں یہ کہنا کہ ''اس میں مالک سے روایت کرنے والا عبداللہ بن نافع اصم صاحب مناکیر ہے'' ان کی فریب دہی یا تدلیس کا حصہ ہے، کیونکہ ائمہ جرح میں سے کسی نے بھی اس قول کے ساتھ ان کی جرح نہیں کی ہے، بلکہ مالک سے ان کی روایت میں خاص طور سے کہا ہے کہ وہ مالک کی رائے اور حدیث کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔اگر چاہیں تو اس کے لئے ''تہذیب'' کا مراجعہ کرلیں۔اوران کا انہیں اصم سے موصوف کرنا عین وہم ہے کیونکہ وہ صائغ ہیں!

ذہبی فرماتے ہیں: بیہقی نے بسند صحیح ابوربیع رشدینی سے بواسطہ ابن وہب بیان کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا:

''میں امام مالک کے پاس تھا کہ ایک شخص اندر آیا اوراس نے کہا: اے ابوعبداللہ ''رحمان عرش پر مستوی ہوا'' تو کیسے مستوی ہوا؟ اس پر مالک نے سر جھکا لیا، اور پسینہ پسینہ ہو گئے، پھر اپنا سر اٹھایا اور فرمایا: رحمان اسی طرح عرش پر مستوی ہوا جیسے خود اسی نے بیان فرمایا ہے، اور یہ نہیں کہا جاتا کہ کیسے، کیسے کا لفظ اس سے مرفوع ہے (یعنی اس کا استعمال کرنے کی گنجائش نہیں ہے) اور تو صاحب بدعت ہے، اسے نکال دو۔

علامہ البانی فرماتے ہیں: مجھے ان کا ترجمہ نہیں ملا اور یہ رشدین بن سعد کے بھتیجے ہیں جیسا کہ بیہقی کی اسناد میں واقع ہوا ہے۔پھر مالک سے بطریق دیگر اس کی تخریج کی ہے۔اور دونوں طرق کے مجموعے سے ان کی یہ روایت قوی ٹھہرتی ہے، اور بعد والی روایت سے اس کی قوت میں اوراضافہ ہوجاتا ہے، اسی لئے مولف رحمہ اللہ نے جیسا کہ آنے والا ہے اس کا اثبات فرمایا ہے۔

علامہ ذہبی فرماتے ہیں: یحیی بن یحیی تیمی اور جعفر بن عبداللہ تیمی اور ایک گروہ نے بیان کیا ہے کہ:

ایک شخص (امام) مالک کے پاس آیا اوراس نے کہا: اے ابوعبداللہ! ''الرحمن علی العرش استوی'' رحمان عرش پر مستوی ہوا، کیسے مستوی ہوا؟ بیان کرتے ہیں: میں نے مالک کونہیں دیکھا کہ وہ کسی اور چیز پر اتنے خفا ہوئے ہوں جتنے خفا اس بات پر ہوئے، اورانہیں پسینہ آ گیا۔اورلوگوں نے سر جھکا لیا، پھر جب خفگی کی یہ کیفیت امام مالک سے دور ہوئی تو انھوں نے فرمایا:

"اَلْكَيْفُ غَيْرُ مَعْقُوْلٍ، وَالْاِسْتِوَاءُ مِنْهُ غَيْرُ مَجْهُوْلٍ، وَالْاِيْمَانُ بِهِ وَاجِبُ، وَالسُّؤَالُ عَنْهُ بِدْعَةٌ ، وَإِنِّيْ أَخَافُ أَنْ تَكُوْنَ ضَالًّا، وَأَمَرَبِهٖ فَأُخْرِجَ".

کیفیت غیر معقول (یعنی نا معلوم) ہے، اور اس کا استواء (۱) غیر مجہول ہے (یعنی معلوم ہے) اور اس پر ایمان واجب ہے اور اس کے متعلق سوال بدعت ہے، اور مجھے اندیشہ ہے کہ تم گمراہ ہو، اور اس کے متعلق انھوں نے حکم دیا اور اسے نکال دیا گیا۔

(۱) (مجہول نہیں یعنی معلوم ہے، اسی لئے ہم اہل علم کو دیکھتے ہیں کہ جب وہ یہ جملہ امام مالک سے نقل کرتے ہیں تو ان سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں: استواء معلوم ہے جیسا کہ قرطبی نے ان سے نقل فرمایا ہے جو اس کتاب کے آخر میں آنے والا ہے۔ اور اس تفصیل کی روشنی میں استواء کا معنی لغوی اعتبار سے معلوم ہے، اس طرح کہ اس کی تفسیر و ترجمہ دوسری زبان میں ممکن ہے، اور اس کا تعلق اس تاویل سے ہے جسے علم میں راسخ لوگ جانتے ہیں، مگر استواء کی کیفیت کا تعلق اس تاویل سے ہے جس کے بارے میں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے، اس کا معاملہ ٹھیک اس کی ذات اور دیگر صفات کی طرح ہے)

یہ مالک سے ثابت ہے، اور اسی کے مثل مالک کے شیخ ربیعہ سے بھی گزر چکا ہے، اور تمام اہل سنت اسی کے قائل ہیں کہ (استواء کی کیفیت ہمیں نہیں معلوم بلکہ ہم اس سے ناواقف ہیں) اور اس کا استواء معلوم ہے جیسا کہ اس نے اپنی کتاب میں بتایا ہے، اور وہ اسی طرح ہے جیسا اس کے شایان شان ہے، نہ ہم اس کی گہرائی میں جاتے ہیں نہ اس سلسلے میں باتیں بناتے ہیں، نہ نفی واثبات کسی اعتبار سے اس کے لوازمات پر بحث کرتے ہیں، بلکہ خاموش رہتے ہیں اور ایسے ہی توقف کرتے ہیں جیسے سلف نے توقف کیا ہے، ہمیں یہ معلوم ہے کہ اگر اس کی کوئی تاویل ہوتی تو صحابہ وتابعین اس کے بیان کرنے میں پہل کرتے اور ان کے لئے اس کے اثبات اور یوں ہی اسے گزار دینے اور اس پر سکوت اختیار کرنے کی گنجائش نہ ہوتی، اور یقینا ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالٰی کی صفات میں، یا استواء میں یا نزول میں کوئی بھی اس کا ہم مثل نہیں ہے، وہ ان تمام باتوں سے منزہ اور بہت ہی بلند و بالا ہے جو ظالم لوگ کہتے ہیں۔

اسے دارمی نے "الرد علی الجهمية" (ص ۳۳) اور لالکائی نے (۱/ ۹۲/ ۱) میں مذکورہ الفاظ میں روایت کیا ہے، مگر صاحب "فرقان القرآن بين صفات الخالق وصفات الأكوان" نے (ص ۱۶) پر جو "استواء مذكور" (استواء کا ذکر کیا گیا ہے) کے لفظ سے بیان کیا ہے میں نے اس میں اسے نہیں دیکھا، اور نہ مذکورہ صاحب کے علاوہ ثقات میں سے کسی کو اس کا ذکر کرتے ہوئے دیکھا، اسی لئے جناب نے اس لفظ کا سہارا لیا ہے کیونکہ اس میں استواء کے معنی کی جو نفی وہ چاہتے ہیں موجود ہے جبکہ اس کا معنی امام مالک کے نزدیک معروف ہے۔

علامہ ذہبی فرماتے ہیں: اور فقیہ ابوثور کلبی نے بیان کیا کہ میں نے امام شافعی کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

جب مالک کے پاس کوئی بدعتی آتا تو فرماتے: میں تو اپنے دین کے متعلق روشن دلیل پر ہوں، ہاں تو البتہ شک کرنے والا ہے، لہٰذا اپنی طرح کے شک کرنے والے کے پاس جا اور اس سے جا کر جھگڑ۔

ولید بن مسلم فرماتے ہیں: میں نے اوزاعی، مالک بن انس، سفیان ثوری اور لیث بن سعد سے ان احادیث کے متعلق پوچھا جن میں صفات کا بیان آیا ہے، تو ان سب نے مجھ سے فرمایا: انہیں بلا تفسیر (یعنی کیفیت بیان کئے بغیر) گزار دو۔ (یعنی ان کے معنی کے ساتھ ان پر ایمان رکھو) **(ان شاءاللہ جاری ہے)**

❖ ❖ ❖

بحث وتحقیق

[۲]

کیا امیر معاویہ، ان کے بھائی اور والد رضی اللہ عنہم پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت کی؟

کفایت اللہ سنابلی

دوسری وجہ:

اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ سعید بن جمھان کی سفینہ سے روایات بھی ضعیف نہیں ہیں تو بھی اس کی خاص اِس روایت کو ضعیف مانا جائے گا کیونکہ وہ اس کی روایت میں منفرد ہے اور وہ علی الاطلاق ثقہ نہیں بلکہ اس پر جرح بھی ہوئی ہے اس کی توثیق درج ذیل محدثین نے کی ہے:

امام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی 241) نے کہا:

ثقة.

یہ ثقہ ہیں[علل أحمد رواية المروذي وغيره: ص: 107]

امام یعقوب بن سفیان الفسوی رحمہ اللہ (المتوفی 277) نے کہا:

ثقة.

یہ ثقہ ہیں[المعرفة والتاريخ 2/ 128]

امام ابن حبان (المتوفی 354) اور امام اِبن خلفون رحمہما اللہ نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے۔[الثقات لابن حبان ط العثمانية: 4/ 278,إكمال تهذيب الكمال لمغلطاي 5/ 271]

اس توثیق کے ساتھ دیگر محدثین نے ان پر جرح کی ہے یا ہلکی توثیق کی ہے۔

امام یحیی بن سعید القطان رحمہ اللہ (المتوفی 198) سے منقول ہے:

لم يرضه.

آپ اس سے راضی نہیں ہوئے [علل أحمد رواية المروذي وغيره: ص: 108 واسناده صحيح]

امام ابن معین رحمہ اللہ (المتوفی 233) نے کہا:

ثقة.

یہ ثقہ ہیں[تاريخ ابن معين، رواية الدوري: 4/ 114]

لیکن ابن البادی کی روایت میں کہا:

ليس به بأس .

ان میں کوئی حرج نہیں ہے[سؤالات البادي عن ابن معين: ص: 47]

ابن معین رحمہ اللہ کے یہاں لیس بہ باس توثیق کے معنی میں ہے لیکن دونوں میں فرق بہرحال ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی 256) نے کہا:

في حديثه عجائب.

اس کی حدیث میں عجوبے ہیں [تاريخ البخاري الصغير بحواله ,إكمال تهذيب الكمال لمغلطاي 5/ 271 وانظر:تهذيب التهذيب 4/ 13]

امام أبوداوٗد رحمہ اللہ (المتوفی 275) نے کہا:

سألت أبا داود، عن سعيد بن جمهان؟ فقال: هو ثقة إن شاء الله، وقوم يقعون فيه، إنما يخاف ممن فوقه وسمى رجلا.يعني سفينة.

وہ (سعید بن جمھان) ان شاء اللہ ثقہ ہے اور بعض لوگ اسے ضعیف قرار دیتے ہیں انہیں اس سے اوپر کے طریق میں یعنی سفینہ والے طریق میں خوف ہے[سؤالات أبي عبيد الآجري أبا داود، ت الأزهري: ص: 218]

امام أبوحاتم الرازی رحمہ اللہ (المتوفی 277) نے کہا:

شيخ يكتب حديثه، ولا يحتج به.

یہ شیخ ہے، اس کی حدیث لکھی جائے گی لیکن اس سے احتجاج نہیں کیا جائے گا[الجرح والتعديل لابن أبي حاتم، ت المعلمي: 4/ 10]

نوٹ: لایحتج به کی جرح میں امام ابوحاتم منفرد نہیں ہیں بلکہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی یہی کہا ہے کما سیاتی۔

امام زکریا بن یحیی الساجی رحمہ اللہ (المتوفی 307) نے کہا:

لا يتابع على حديثه.

اس کی حدیث پر متابعت نہیں کی جاتی[تهذيب التهذيب لابن حجر، ط الهند: 4/ 14]

امام ابن عدی رحمہ اللہ (المتوفی 365) نے کہا:

أرجو أنه لا بأس به .

مجھے امید ہے کہ سعید بن جمھان کے اندر کوئی حرج کی بات نہیں[الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي: 4/ 458]

امام ابن حزم رحمہ اللہ (المتوفی 456) نے کہا:

فسعيد بن جمهان غير مشهور بالعدالة بل مذكور انه لا يقوم حديثه.

سعید بن جمھان عدالت میں غیر مشہور ہے بلکہ اس کے بارے میں یہ مذکور ہے کہ وہ اپنی حدیث ٹھیک طرح سے نہیں بیان کر پاتا[المحلى لابن حزم: 9/ 185]

امام ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی 748) نے کہا:

صالح الحديث، لا يحتج به.

یہ صالح الحدیث ہے ، اس سے احتجاج نہیں کیا جائے گا[ديوان الضعفاء ص: 156]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی 852) نے کہا:

صدوق له أفراد.

یہ صدوق ہے اس کے پاس کچھ منفرد روایات ہیں[تقريب التهذيب لابن حجر: رقم2279]

ان اقوال جرح کے پیش نظر یہ راوی راجح قول میں علی الاطلاق ثقہ کے درجہ پر نہیں ہے بلکہ یہ صدوق وحسن الحدیث کے درجے پر ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تمام اقوال کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے کہا ہے اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی کہا:

صدوق وسط.

یہ اوسط درجے کا صدوق راوی ہے۔[الكاشف للذهبي ت عوامة: 1/ 433]

اور جو راوی اس درجہ کا ہو اس کی ہر منفرد روایت قبول نہیں ہوتی ہے بلکہ ایسے راوی کی جس روایت کے بارے میں قرائن رد

پر دلالت کریں اس کی وہ روایت رد کردی جائے گی۔

صدوق متكلم فيه راوی کا تفرد.

اس طرح کا راوی اگر کسی حدیث کو بیان کرنے میں منفرد ہو اور قبولیت کے اضافی قرائن موجود نہ ہوں بلکہ اس کے برعکس رد کے قرائن موجود ہیں، تو ایسی صورت ایسے راوی کی بیان کردہ منفرد روایت مردود ہوتی ہے، اس بارے میں چند ائمہ فن کے اقوال ملاحظہ ہوں:

امام ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی 748) نے کہا:

وإن تفرد الثقة المتقن يعد صحيحا غريبا. وإن تفرد الصدوق ومن دونه يعد منكراً. وإن إكثار الراوي من الأحاديث التي لا يوافق عليها لفظا أو إسنادا يصيره متروك الحديث.

اگر ثقہ ومضبوط حافظہ والا راوی کسی روایت میں منفرد ہو تو اس کی روایت صحیح غریب ہوگی، اور اگر صدوق یا اس سے کمتر راوی کسی روایت میں منفرد ہو تو اس کی روایت منکر شمار ہوگی اور جب کوئی راوی بکثرت ایسی روایات بیان کرنے لگے جس کی لفظی یا معنوی متابعت نہ ملے تو ایسا راوی متروک قرار پائے گا [ميزان الاعتدال للذهبي: 3/ 141]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی 852) نے کہا:

واحتج من قبل الزيادة من الثقة مطلقا بأن الراوي إذا كان ثقة وانفرد بالحديث من أصله كان مقبولا، فكذلك انفراده بالزيادة وهو احتجاج مردود، لأنه ليس كل حديث تفرد به أي ثقة كان يكون مقبولا.

جو لوگ ثقہ کی زیادتی مطلق قبول کرتے ہیں وہ ایک دلیل یہ بھی دیتے ہیں کہ ''جب ثقہ کوئی منفرد روایت بیان کرتے تو وہ مقبول ہوتی ہے تو اسی طرح جب ثقہ کسی زیادتی کو بیان کرنے میں منفرد ہو تو وہ بھی مقبول ہونی چاہئے''۔ (حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ) لیکن یہ دلیل مردود ہے کیونکہ ہر ایسی حدیث مقبول نہیں ہوتی جسے بیان کرنے میں ثقہ منفرد ہو [النكت على ابن الصلاح لابن حجر: 2/ 690]۔

امام ابن رجب رحمہ اللہ (المتوفی 795) اکثر متقدمین محدثین کے موقف کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وأما أكثر الحفاظ المتقدمين فإنهم يقولون في الحديث - إذا تفرد به واحد - وإن لم يرو الثقات خلافه -: ((إنه لا يتابع عليه، ويجعلون ذلك علة فيه، اللهم إلا أن يكون ممن كثر حفظه واشتهرت عدالته وحديثه كالزهري ونحوه، وربما يستنكرون بعض تفردات الثقات الكبار أيضاً، ولهم في كل حديث نقد خاص، وليس عندهم لذلك ضابط يضبطه .

متقدمین حفاظ حدیث وائمہ کی اکثریت کا موقف یہ ہے کہ جب کوئی راوی ایک حدیث کو بیان کرنے میں منفرد ہوتا ہے گرچہ وہ روایت ثقہ کی روایت کے خلاف نہ ہو تو ایسی حدیث کے بارے میں متقدمین حفاظ ''لا يتابع عليه'' (اس کی تائید نہیں ملتی) کہتے ہیں، اور اس چیز کو متعلقہ حدیث میں علت شمار کرتے ہیں، الا یہ کہ اس طرح کا تفرد ایسے رواۃ سے ہو جو بہت بڑے

حافظ ہوں، جن کی عدالت واحادیث بہت زیادہ مشہور ہوں مثلا امام زہری وغیرہ ۔ اور بسا اوقات متقدمین حفاظ حدیث وائمہ بڑے بڑے ثقہ راوۃ کے تفردات کو بھی منکر قرار دیتے ہیں اور اس سلسلے میں ان کے پاس کوئی خاص قاعدہ نہیں ہے جس کی وہ پابندی کرتے ہوں بلکہ ہر حدیث سے متعلق ان کا خاص نقد ہوتا ہے[شرح علل الترمذي لابن رجب ص: 216]۔

علامہ البانی رحمہ اللہ نے ایک مجلس میں فرمایا:

ومن هنا لا يجوز هدم أو إهدام حديث الصدوق مطلقا، لكن لا بد من الدقة في الاعتماد أو الثقة بحديث هذا النوع من الصدوق أو عدم الاعتماد عليه. فقال أبو عبد الله: دقة النظر؟فقال الشيخ: هو في متن الحديث أو رواة آخرين أو يدخل في الحديث الشاذ، والحديث المنكر، كل هذا يدخل في هذا المجال.فقال أبو الحسن: إلى القرائن؟ فأجاب الشيخ: نعم.

اس بنیاد پر صدوق کی حدیث کو علی الاطلاق رد کرنا درست نہیں لیکن اس طرح کے صدوق کی حدیث پر اعتماد اور عدم اعتماد کے وقت دقت نظر سے کام لینا بھی ضروری ہے۔ ابوعبداللہ (علامہ البانی کے شاگرد) نے پوچھا: دقت نظر سے آپ کی کیا مراد ہے؟ علامہ البانی رحمہ اللہ نے جواب دیا: متن حدیث کو دیکھا جائے یا دیگر رواۃ کو دیکھا جائے، یا اسے شاذ ومنکر حدیث کی قبیل سے سمجھا جائے یہ تمام باتیں دقت نظر میں شامل ہیں۔ ابوالحسن (علامہ البانی رحمہ اللہ کے شاگرد) نے پوچھا: یعنی اس معاملہ میں قرائن کو دیکھا جائے گا؟ علامہ البانی رحمہ اللہ نے جواب دیا: جی ہاں[سؤالات ابن أبي العينين للشيخ الألباني ص: 88]۔

اہل فن کے اقوال بالخصوص امام ابن رجب رحمہ اللہ کی تصریح سے معلوم ہوا کہ صدوق راوی کی منفرد روایت نہ تو علی الاطلاق قبول کی جائے گی اور نہ ہی علی الاطلاق رد کی جائے گی بلکہ قرائن کی روشنی میں فیصلہ کیا جائے گا کہ کہاں اس کی روایت مقبول ہوگی اور کہاں مردود۔

مزید تفصیل کے لئے دیکھیں۔

افراد الثقات بين القبول والرد ۔ متعب بن خلف السلمی۔

التفرد في رواية الحديث ومنهج المحدثين في قبوله أو رده ۔ عبدالجواد حمام۔

الغرض یہ راوی صدوق کے درجہ پر ہے اور متکلم فیہ ہے ایسے راوی کے بعض تفردات قرائن کی روشنی میں مردود ہوتے ہیں یہی حال اس راوی کا اس روایت میں ہے۔

دراصل اسی مضمون کی بات بعض کمی وبیشی کے ساتھ باطل ومردود سندوں سے آئی ہے ۔ باطل اور مردود سندوں پر اس روایت کا گردش کرنا یہ قرینہ بتلاتا ہے کہ سعید بن جمھان تک بھی یہ بات انہیں غیر معتبر ذرائع سے پہونچی ہوگی لیکن سعید بن جمھان کے حافظہ نے کوتاہی کی اور انہوں نے اس مضمون کی روایت کو سفینہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے بیان کردیا۔ (ختم شد)

❖ ❖ ❖

[۱۳]

استقامت: فضائل اور رکاوٹیں

ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی

۳۱۔ ولاء وبراء (دوستی ودشمنی) کا سچا ثبوت:

استقامت کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ استقامت مسلمان کو سچی دوستی ودشمنی کا عادی بناتی ہے، جو کہ اسلامی عقیدہ کی ایک عظیم بنیاد ہے۔

ولاء: اہل ایمان سے ان کے ایمان کے مطابق، محبت، دوستی، مدد اور اکرام کا نام ''ولاء'' ہے۔

براء: مشرکین، منافقین اور گنہ گاروں سے نفرت اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف ہر عمل سے بیزاری کا نام ''براء'' ہے۔

الغرض ولاء وبراء ایک اسلامی عقیدہ ہے جس پر ہر مسلمان مرد وعورت کو عمل کرنا ضروری ہے، لہٰذا انہیں چاہئے کہ کسی دنیوی مصلحت کے لئے نہیں، بلکہ خالص اللہ واسطے محبت ونفرت کریں۔

چنانچہ اہل استقامت نے اس عقیدہ کو جانا، اور اسے اپنی زندگی، معاملات اور تعلقات میں عملی جامہ پہنایا، برخلاف دیگر لوگوں کے جنہیں ممکن ہے ولاء وبراء کا معنیٰ ہی معلوم نہ ہو۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

{وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ}[التوبۃ:۷۱]۔

مومن مرد اور مومنہ عورتیں باہم ایک دوسرے کے دوست ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

{ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ}[المجادلۃ: ۲۲]۔

اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائیں گے، گو وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے کنبہ کے ہی کیوں نہ ہوں۔

نیز ارشاد ہے:

{اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ}[الحجرات:۱۰]۔

بیشک سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں، لہٰذا اپنے دو بھائیوں میں اصلاح کرادیا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''**إن أو ثق عرى الإسلام أن تحب في الله وتبغض في الله**'' (اسے امام احمد نے روایت کیا ہے، صحیح الجامع (۲۰۰۹))۔

اسلام کا سب سے مضبوط کڑا یہ ہے کہ تم اللہ واسطے محبت اور اللہ واسطے نفرت کرو۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''**من أحب لله، وأبغض لله، وأعطى لله، ومنع لله فقد استكمل الإيمان**'' (اسے امام احمد، ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے، صحیح الجامع (۵۹۶۵))۔

جس نے اللہ واسطے محبت کی، اللہ واسطے نفرت کی، اللہ واسطے

دیا' اللہ واسطے نہیں دیا' اس نے ایمان مکمل کرلیا۔

اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''جو اللہ واسطے محبت کرے' اللہ واسطے نفرت کرے' اللہ واسطے دوستی کرے' اللہ واسطے دشمنی کرے' تو اسے اللہ کی دوستی اور محبت ملے گی' اور بندہ ایمان کی لذت ہرگز نہیں پاسکتا' خواہ اس کے پاس نماز روزہ کی کثرت ہی کیوں نہ ہو' جب تک کہ ایسا نہ ہوجائے۔ عموماً لوگوں کی بھائی چارگی کی بنیاد دنیوی معاملہ بن چکا ہے' اس سے ان کا کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا'' (حلیۃ الاولیاء، ۱/ ۳۱۲)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''لا إلہ إلا اللہ کی سچی گواہی کا تقاضہ ہے کہ اللہ واسطے ہی محبت کی جائے' اللہ واسطے ہی نفرت کی جائے' اللہ واسطے ہی دوستی کی جائے' اللہ واسطے ہی دشمنی کی جائے' نیز اللہ کے محبوب سے محبت اور اللہ کے مبغوض سے بغض ونفرت رکھی جائے'' (مجموع فتاوی ابن تیمیہ رحمہ اللہ، ۸/ ۳۳۸)۔

اگر ہم مسلمانوں کے عقائد سے متعلق کتابوں پر غور کریں' تو ہم دیکھیں گے کہ ان کتابوں میں ولاء و براء کی بابت نہایت وضاحت سے گفتگو کی گئی ہے' اور کوئی کتاب اس موضوع سے خالی نہیں ہے۔

یہی نہیں بلکہ ایک عالم (یہ شیخ حمد بن العتیق رحمہ اللہ ہیں' انہوں نے یہ بات اپنی کتاب ''سبیل النجاۃ والفکاک''میں کہی ہے) نے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ: ''کتاب اللہ میں توحید کے وجوب اور شرک کی حرمت کے بعد کوئی حکم ایسا ہے ہی نہیں جس میں اس حکم یعنی ولاء وبراء سے زیادہ اور واضح ترین دلائل موجود ہوں''۔

۳۲۔ مخلوق میں سب سے بہتر لوگ:

اللہ کے دین پر استقامت کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اہل استقامت جنہوں نے ایمان باللہ اور عمل صالح دونوں کو اپنایا اور نیکیوں سے اپنے رب کی قربت حاصل کی' مخلوق کے سب سے بہتر لوگ ہیں' یعنی اللہ نے جنہیں پیدا کیا ہے' ان میں سب سے بہتر اور عمدہ ہیں' اور اللہ نے انہیں قیامت کے دن ہیشگی کی جنتوں کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی' وہ ان میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

{اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ○ جَزَاۗؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ} [البینۃ: ۷-۸]۔

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے یہ لوگ بہترین خلائق ہیں۔ ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس ہیشگی والی جنتیں ہیں' جن کے نیچے نہریں بہہ رہیں ہیں' جن میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے' اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے' یہ اس کا انجام ہے جو اپنے رب سے ڈرے۔

آیئے ذرا غور کریں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے نیک اعمال مومنوں کی مدح وثنا فرمائی ہے کہ وہ خیر خلائق ہیں' اور ان کا بدلہ جنت ہے' ایسا اس لئے ہے کہ اللہ عزوجل کی ثنا خوانی جو اس کی رضا اور محبت کو شامل ہے' سب سے بڑا اجر وثواب' اور علیٰ ترین مقام ومرتبہ ہے۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں اس آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں: ''اس آیت کریمہ سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور علماء کرام کی ایک جماعت نے مومنوں کے فرشتوں سے افضل ہونے پر استدلال کیا ہے' کیونکہ اللہ کا ارشاد ہے: {أُوْلَئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ} (یہ لوگ مخلوق میں سب سے بہتر ہیں)۔

اور شیخ محمد العثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اللہ کی مخلوقات میں سب سے بہتر وہ ہیں جنہوں نے ایمان قبول کیا اور نیک اعمال کئے'' (دیکھئے: تفسیر جزء عم، ص ۲۸۰)۔

لہٰذا اللہ کے دین پر مستقیم تمام ناحیوں سے خیریت وبھلائی کا سمیٹنے والا ہے' چنانچہ وہ اپنے ایمان اور عمل صالح پر استقامت

کے سبب خیر خلائق ہے' اور خیر امت کا ایک فرد ہے جسے لوگوں کے لئے برپا کیا گیا ہے' اور سب سے افضل و بہتر نبی و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا متبع ہے نیز کتاب واحکام کے اعتبار سے سب سے بہتر اور کامل ومکمل شریعت کے ذریعہ اللہ کی عبادت کرنے والا ہے۔

۳۳۔ عبادت سے محبت اوراس کی لذت یابی:

چونکہ اللہ کے دین پر مستقیم شخص اللہ عزوجل کے ان تمام اجرو ثواب اور بے پایاں فضل وکرم کو جانتا ہے جن کا وعدہ اللہ نے اپنے اطاعت گذار مقرب بندوں سے دنیا وآخرت میں کیا ہے' لہٰذا یہ چیز اسے ہمیشہ عبادت سے محبت' نیک کاری اور قربت الٰہی کی طرف سبقت اور ان عبادات سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اللہ کی آواز پر لبیک کہنے پر آمادہ کرتی ہے۔

اور دنیا میں اللہ کی عبادت سے لطف اندوزی اور اللہ کی اطاعت ومناجات سے انسیت' دنیا کی جنت ہے' جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ' ان کے شاگرد امام ابن القیم اور دیگر علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ "**إن في الدنيا جنة من لم يدخلها لم يدخل جنة الآخرة**" یعنی دنیا میں ایک جنت ہے' جو اس میں داخل نہ ہوا' آخرت کی جنت میں بھی داخل نہ ہوگا۔

یہ دنیا کی جنت کیا ہے؟ علماء کہتے ہیں: عبادت کی لذت اور اللہ کی اطاعت اور ذکر ومناجات سے انسیت ہے، اور یہ چیز صرف اللہ کے دین پر استقامت اپنانے والوں کو مل سکتی ہے۔

رہے غیر مستقیم لوگ تو آپ ان میں سے کسی کو دیکھیں گے کہ اسے عبادت سے انسیت ہوتی ہے نہ وہ مطمئن ہوتا ہے' نہ خشوع اپناتا ہے اور نہ ہی اسے اس میں کوئی لذت اور چاشنی ملتی ہے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

{أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ}[الرعد:۲۸]۔

سن لو! اللہ کی یاد سے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے۔

کتنے لوگ ہیں جو صبح وشام اللہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں' لیکن ان کے دل کو سکون نہیں ملتا' بلکہ بسا اوقات ان کا ہم وغم بڑھ جاتا ہے والعیاذ باللہ' کیونکہ وہ خشوع' لذت اور حضور قلب کے ساتھ اللہ کا ذکر نہیں کرتے، اس کے برخلاف صاحب استقامت جسے اللہ عزوجل کے حق ہونے کی معرفت ہے' اور یہ کہ اللہ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا' آپ اسے دیکھیں گے کہ اللہ کے ذکر سے اس کے دل کو اطمینان وسکون ملتا ہے نیز وہ اللہ کی اطاعت سے مانوس ہوتا ہے۔

مثلاً نماز کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے:

{وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ}[البقرۃ:۴۵]۔

اور صبر اور نماز کے ذریعہ مدد حاصل کرو۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"**يا بلال أقم الصلاة أرحنا بها**" (اسے امام احمد نے روایت کیا ہے، صحیح الجامع (۲۹۸۶))۔

اے بلال! نماز قائم کرو' اس کے ذریعہ ہمیں راحت پہنچاؤ۔

نیز ارشاد ہے:

"**وجعلت قرة عيني في الصلاة**" (اسے امام احمد اور نسائی نے روایت کیا ہے، صحیح الجامع (۳۱۲۴))۔

اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔

ان چیزوں کو اہل استقامت ہی محسوس کرتے ہیں' وہی نماز' ذکر' تلاوت' اور تسبیح واستغفار وغیرہ اللہ کی اطاعت سے لطف اندوز ہوتے ہیں' اور ان کے ذریعہ اپنی دنیا میں مدد لیتے ہیں' ان کے برخلاف غیر مستقیم کو آپ دیکھیں گے کہ جب اس کا کام زیادہ ہوگا تو نماز کو بھول جائے گا!! یا اپنی نماز میں خشوع نہیں اپنائے گا! اور یہ چیز واقع اور مشاہدہ میں ہے، ہم دل کی سختی اور غفلت سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

چنانچہ انسان اللہ کے دین پر جتنا زیادہ مستقیم ہوگا' اتنا ہی اللہ کی اطاعت کی طرف سبقت کرنے والا اور اللہ کی نافرمانی سے سست ہوگا اور نداء الٰہی اور اس کے اوامر کی بجا آوری پر

لبیک کہے گا' اور آپ اسے ہمیشہ اس کام میں پیش رفت اور بڑھ کر پائیں گے' اس کے یہاں کسی قسم کے حیلہ وتردد کا گزر بھی نہ ہوگا۔

اس کے برخلاف غیر مستقیم انسان کو آپ دیکھیں گے کہ وہ عبادت واطاعت کو ایک بارگراں محسوس کرے گا' اور کسی حکم کی بجا آوری اور یا کوئی کام محض تنگی محسوس کرتے ہوئے اور بادل ناخواستہ ہی کرے گا' وغیرہ۔ والعیاذ باللہ

کتنا نمایاں فرق ہے ان میں جنہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے اس میں طرح طرح سے بہا کر کے پس وپیش سے کام لیا: وہ گائے کیسی ہوگی؟ اس کا رنگ کیسا ہوگا؟ {اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا}[البقرۃ: ۷۰] گائے کا معاملہ ہماری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔

اور اس میں جسے لخت جگر بیٹے کی قربانی کا حکم دیا گیا تو حکم الٰہی کے سامنے سر تسلیم ختم کرتے ہوئے اسے {وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ} قربان کرنے کے لئے پیشانی کے بل لٹا دیا۔

دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے!!!

چنانچہ اللہ کے دین پر قائم رہنے والوں کا شعار ہے اور طریقہ کار ہے:

{وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى}[طٰہ: ۸۴]۔

اے رب! تیری طرف جلدی اس لئے کی کہ تو خوش ہو جائے۔

اور علماء نے کہا ہے: ''مکمل تابعداری' محبت اور شرح صدر کے ساتھ نیکی کرنے والا احساس گرانی کے ساتھ اور بادل ناخواستہ نیکی کرنے والے سے افضل ہے' اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نیکیاں دوسروں سے افضل ہیں' کیونکہ وہ شرف صحابیت کے ساتھ ساتھ عبادت کی محبت اور اس میں اطمینان کے درجۂ کمال پر فائز تھے'' (دیکھئے: قواعد ابن رجب، قاعدہ نمبر ۱۷)۔

استقامت مسلمان کو عبادت سے محبت ولگاؤ اور لذت یابی کا عادی بناتا ہے' جس سے اسے بدرجۂ اتم انجام دینے میں مدد ملتی ہے۔ امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ایک بندہ ہمیشہ اطاعت کرتا ہے' اس سے محبت والفت کرتا ہے اور اسے ترجیح دینے لگتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کے پاس فرشتوں کو بھیجتا ہے' جو اسے اطاعت پر ابھارتے اور آمادہ کرتے ہیں اور اطاعت کیلئے اُسے اپنے بستر اور مجلس سے بیگانہ کر دیتے ہیں' اور ایک بندہ ہمیشہ گناہ ومعاصی میں لگا رہتا ہے' اسی سے محبت کرتا اور اسی کو ترجیح دیتا ہے' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے پاس شیاطین کو بھیجتا ہے جو اسے گناہ ومعاصی پر آمادہ کرتے ہوئے اسی کا رسیا بنا دیتے ہیں۔ اس طرح پہلا اطاعت کی فوج کو قوت ومدد پہنچاتا ہے' لہٰذا وہ اس کے سب سے بڑے مددگار ہو جاتے ہیں اور دوسرا گناہ ومعصیت کی فوج کو قوت ومدد پہنچاتا ہے' لہٰذا وہ اس کے مددگار ہو جاتے ہیں'' (الداء والدواء، ص ۹۱)۔

اور اللہ ہمارے سلف صالحین پر رحم فرمائے' ایک صاحب اپنی ایمان کی چاشنی' عبادت کے لطف اور اللہ سے انس ومحبت کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اگر جنتیوں کی یہی کیفیت ہو تو یقینا وہ نہایت پاکیزہ زندگی گزار رہے ہیں'' (الداء والدواء، ص ۱۲۳)۔

میری ایک قریبی رشتہ دار نے جو میرے محارم میں سے ہیں اور کثرت تلاوت اور ذکر واذکار سے معروف ہیں' مجھ سے بیان کیا۔ کہتی ہیں کہ انہیں اپنی عبادت اور نماز میں اللہ سے مناجات میں حد درجہ سعادت اور عظیم لذت ملتی ہے' یہاں تک کہ وہ اپنے سجدوں میں کبھی کبھار ''سبحان ربی الاعلیٰ'' کے بعد بے ساختہ کہتی ہیں ''أحبک یا ربي، أحبک یا ربي'' (اے رب! میں تجھ سے محبت کرتی ہوں، اے رب! میں تجھ سے محبت کرتی ہوں)۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی عبادت سے انسیت اور یاد سے اطمینان پانے والوں میں شامل فرمائے۔

***

گوشۂ خواتین

مغرب کا عورت سے ہمدردی کا دعوی جھوٹا ہے

یہ رہا ثبوت!

ابو ابراہیم کمال الدین سنابلی بدایونی

۸ ؍نومبر ۲۰۱٦ء کو امریکہ میں منعقد ہونے والے صدارتی انتخابات میں ڈیموکریٹک پارٹی کی خاتون امیدوار ہلیری کلنٹن ری پبلکن پارٹی کے امیدوار ڈونلڈ ٹرمپ سے ہار گئیں۔

امریکہ کے صدارتی انتخابات میں ایک خاتون کا مرد سے ہار جانا اور باشندگان امریکہ کا اپنے ملک کی صدارت کیلئے ایک مرد کو ایک خاتون پر ترجیح دینا ہمارے لئے کوئی حیرت کی بات نہیں ہے لیکن مغرب کے منہ پر ایک زور دار طمانچہ ضرور ہے، کیونکہ مغرب مساواتِ مرد وزن کا نعرہ لگا کر خود کو عورت کا ہمدرد ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن عملی دنیا میں وہ کبھی بھی عورت کو مرد کے برابر رتبہ نہیں دیتا۔

مغرب اسلام کے خلاف یہ پروپیگنڈہ کرتا رہا ہے کہ اسلام عورت کے ساتھ ناانصافی کرتا ہے، اسلام عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق نہیں دیتا، انھیں چہار دیواری میں قید کرنا چاہتا ہے، الغرض مغرب کے نزدیک اسلامی عورت دنیا کی مظلوم ترین عورت ہے۔

اسلام نے عورت کو کیا دیا؟ دنیا عورت کو کیا سمجھتی تھی اور اسلام نے عورت کی اہمیت کو کس طرح واضح کیا اس پر بات ہم بعد میں کریں گے، پہلے ہم مغرب کا اصل چہرہ آپ کو دکھا دیں جس سے عورت سے ہمدردی کے مغرب کے جھوٹے دعوے کی قلعی کھل جاتی ہے۔

اٹھارویں صدی کے آخر میں یوروپ میں صنعتی انقلاب برپا ہوا تو مغرب کے سرمایہ دار اپنی صنعت کو ترقی دینے کے لئے نت نئی ترکیبیں سوچنے لگے، شیطانی ذہنوں میں اسکیمیں بننے لگیں کہ کس طرح اپنی کمپنیوں اور کارخانوں کو آسمانِ ترقی تک بلند کردیں، یہ بات بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ مغرب اپنے مقاصد کے حصول کے لئے بہت خودغرض واقع ہوا ہے، چنانچہ اس کے مفاد پرست دماغ میں یہ ترکیب آئی کہ کیوں نا اس آدھی آبادی کو کہ جو اپنے گھروں میں بیٹھ کر آرام سے کھاتی ہے، باہر نکالا جائے اور صنعتی انقلاب کیلئے اس کے جسم اور حسن کو کیش کیا جائے لیکن اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ضرورت تھی اس اصلی چہرے پر ایک نقلی مکھوٹا لگانے کی، ہمدردی نسواں کا ایک ایسا مکھوٹہ لگانے کی کہ جس کو دیکھ کر عورت ذات آسانی سے ان کے دام فریب میں پھنس سکے اور بخوشی گھر سے نکل کر کارخانوں، فیکٹریوں اور صنعتی اداروں کی زینت بن سکے، بس پھر کیا تھا، عورت کے جسم کے بھوکے بھیڑیوں نے ایک ایسا نعرہ ترتیب دیا جو بظاہر بہت دلکش اور دلفریب تھا لیکن انجام کے اعتبار سے عورت کے لئے زہر ہلاہل، اور وہ نعرہ تھا ’’حقوقِ نسواں‘‘ اور ’’آزادیٔ

نسواں'' کا نعرہ۔

مغرب نے عورت کی ہمدردی کا جھوٹا مکھوٹہ لگا کر ان نعروں کو خوب زور وشور سے پیش کیا اور ان نعروں کے پیچھے چھپی سازش سے بے خبر عورت اس کے دامِ فریب میں بہت آسانی سے پھنس گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے فیکٹریوں، کارخانوں، کمپنیوں اور صنعتی اداروں میں خواتین کی بھیڑ نظر آنے لگی۔ وہ عورت جو اپنے گھر میں آرام وسکون سے محفوظ طریقے سے زندگی گذار رہی تھی سڑکوں پر نکل کر مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے لگی، بغیر باہری محنت ومشقت کے مرد کی کمائی پر آرام وآسائش کے ساتھ زندگی بسر کرنے والی خاتون نے خود اپنی مرضی سے اپنے آپ کو مشقت میں ڈال لیا۔

وہ خاتون کہ جس کی ذمہ داری صرف اتنی تھی کہ شوہر باہر دوڑ دھوپ کر کے جو کماتا ہے وہ اسے گھر میں بیٹھ کر خرچ کرے، بچوں کی اچھی پرورش وپرداخت اور تربیت کا ذمہ اٹھائے، شوہر کا خیال رکھے اور گھر کی ملکہ بن کر گھر میں رہے، گھر کا خرچ کیسے چلے گا، عید اور شادی پر نئے کپڑے کیسے خریدے جائیں گے، راشن کا کیا ہوگا، بچوں کی اسکول فیس اور شادی بیاہ کے خرچ کا بندوبست کہاں سے ہوگا یہ سب مرد کی سردردی (Headache) ہے۔ بیوی کا ہر طرح کا جائز خرچہ اور گھر چلانا شوہر کے ذمہ ہے، عورت کو ان ٹینشنوں سے دور رکھا گیا ہے، لیکن مغرب نے عورت کو ان تمام ٹینشنوں میں الجھا دیا اور اس کو یہ باور کروایا کہ گھر سے باہر نکل کر کمانے کی آزادی صرف مرد کو کیوں ہو؟ تم کو بھی حق ہے کہ دفاتر، کارخانوں اور کمپنیوں میں پہونچ کر مال وزر حاصل کرنے کے لئے مرد کا مقابلہ کرو اور شوہر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر یہ کہو کہ گھر کی صفائی ستھرائی، بچوں اور آپ کے لئے ناشتہ اور کھانا میں کیوں تیار کروں؟ میں بھی تو آپ ہی کی طرح باہر جا کر کماتی ہوں؟ اس طرح شوہر وبیوی کے درمیان الفت ومحبت کا جو رشتہ تھا وہ بھی کمزور ہوتا چلا گیا۔

مغرب کو اس سے دو فائدے ہوئے، ایک تو صنعتی انقلاب کے بعد کارخانوں اور فیکٹریوں کی ایک ساتھ تعداد بڑھنے کے سبب کمپنیوں میں عمال کی جو قلت ہوئی وہ مکمل ہوگئی بلکہ نوکری حاصل کرنے کے لئے مقابلہ آرائی کا ماحول پیدا ہوگیا اور دوسرا فائدہ یہ کہ ہوس کے پجاری مردوں کیلئے عورت کے جسم تک رسائی آسان ہوگئی بلکہ عورت خود چل کر ان کے دروازے پر آگئی۔

مغرب نے پُر فریب نعرے دیکر عورت سے اپنا مقصد حاصل کرلیا لیکن اس کے اس عمل سے اختلاطِ مردوزن کے نتیجے میں معاشرے میں جو زنا کاری وبے حیائی عام ہوئی اس نے انسانی سماج کو بری طرح متاثر کیا، مشرقی معاشرے پر بھی مغرب کے گندے اثرات نمودار ہونے لگے، رہی بات مغرب کی تو وہ تو عریانی وفحاشی اور زنا کاری وبدکاری کو بھی ترقی وآزادی کا نام دینے لگا۔

اختلاطِ مردوزن کے سبب رفتہ رفتہ دفاتر، کارخانوں اور فیکٹریوں میں فحاشی عام ہوگئی اور اس قدر عام ہوئی کہ پھر اسے کوئی عیب بھی نہیں سمجھا جانے لگا، پھر فحاشی کے دائرے میں وسعت ہوئی اور نائٹ کلبوں اور ناچ خانوں سے لیکر تعلیم گاہوں اور سیاست کے ایوانوں تک میں فحاشی وبے حیائی کی محفلیں نظر آنے لگیں۔

مغربی طرزِ فکر ومعاشرت کے نتیجے میں بے حیائی کس قدر عام ہوئی اس کا اندازہ ذیل کے واقعات وحقائق سے لگائیے:

ایک امریکی اسکول میں دوخاتون اساتذہ نے اناٹومی کی آٹھویں جماعت میں برہنہ ہوکر پڑھانے کا طریقہ استعمال کیا، دونوں خاتون اساتذہ کا استدلال یہ تھا کہ اس خشک مضمون میں اس طرح طلباء وطالبات کی دلچسپی برقرار رکھی جاسکتی ہے (ہفت روزہ تکبیر ۱۹ر دسمبر ۱۹۹۶) اٹلی میں مسولینی کی پوتی نے اسمبلی کی ممبرشپ کیلئے برہنہ ہوکر حاضرین سے خطاب کیا اور ووٹ مانگے (مجلہ الدعوۃ، ستمبر ۱۹۹۵) امریکہ کے سابق صدر ریگن کی بیوی نینی ریگن نے انکشاف کیا ہے کہ جب میں نے ریگن سے شادی کی تھی اس وقت امید سے تھی، سات ماہ بعد ہمارے ہاں بیٹی پیدا ہوئی (مساوات ۲۵ر اکتوبر ۱۹۸۹) برطانیہ کی ملکہ ڈیانا نے ٹیلی ویژن پر اپنے خاوند کی موجودگی میں دوسرے لوگوں کے ساتھ اپنے جنسی تعلقات کا بڑی بے تکلفی کے ساتھ اعتراف کیا۔ (ہفت روزہ تکبیر، ۱۶ر جنوری ۱۹۹۷)

فحاشی وبے راہ روی کی اس ہوا نے مغربی اقوام کے اندر انسانیت تو کیا ممتا جیسے عظیم جذبات تک کو مسخ کرڈالا ہے۔ نیوجرسی کی ایک طالبہ نے اسکول روم میں بچے کو جنم دیا اور اسے وہیں کچرے دان میں پھینک کر رقص کی تقریب میں دوبارہ شامل ہوگئی۔ (اردو نیوز، جدہ، ۱۹ر اگست ۱۹۹۷)

یہ تو تھا اس بات کا بیان کہ مغرب نے ''آزادیٔ نسواں'' اور ''حقوق نسواں'' کی آڑ میں عورت کو کہاں سے کہاں لا کھڑا کیا، آیئے اب دیکھتے ہیں کہ کیا مغرب کے ''حقوق نسواں'' اور ''مساوات مردوزن'' کے نعرے میں تھوڑی سی بھی سچائی ہے؟ ہر قسم کی بے حیائی وفحاشی پھیلانے کے باوجود کیا مغرب نے اپنے نعرے ''مساوات مردوزن'' پر تھوڑا بہت عمل بھی کیا ہے یا نہیں یا پھر اس نے عورت کے جسم کو صرف کیش کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ مساوات مردوزن کی جھوٹی ہمدردی دکھانے والے مغرب نے خود کبھی عورت کو مرد کے برابر نہیں سمجھا اور نا ہی اس نے کبھی عورت کو مرد کے برابر رتبہ دیا۔

وائس آف جرمنی کی رپورٹ کے مطابق دنیا بھر میں عورتوں کو مردوں کے مقابلے میں کم تنخواہ ملتی ہے۔ جرمنی میں سماجی امداد پر گذارہ کرنے والے مزدوروں میں معمر خواتین کا تناسب ۹۰ر فیصد ہے۔ جنھیں بڑھاپے کی پنشن نہیں ملتی۔ جرمنی میں اعلی عہدوں پر کام کرنے والی خواتین کا تناسب بہت ہی کم ہے۔ (خبریں ۴ر ستمبر ۱۹۹۵)

مساواتِ مردوزن کے سب سے بڑے علمبردار امریکہ کی سپریم کورٹ میں آج تک کوئی خاتون جج نہیں بن سکی، امریکہ میں جس کام کے لئے مرد کو اوسطاً پانچ ڈالر ملتے ہیں، عورت کو اسی کام کے تین ڈالر ملتے ہیں (خاتون اسلام، از وحید الدین خان ص: ۷۳)

ذرا سوچئے! کیا یہ بات حیرت کی نہیں کہ مساوات مردوزن کا نعرہ لگانے والے ممالک نے اپنی فوج میں آج تک کمانڈر انچیف کسی عورت کو کیوں نہیں بنایا؟ کیا مغربی ممالک اپنی افواج میں مردوں اور عورتوں کی تعداد برابر کرنے پر تیار ہیں؟ اگر یہ سب تم اب تک نہیں کرسکے اور نہ مستقبل کیلئے اس طرح کا کوئی اعلان ہے تو آخر کس منہ سے مساوات مردوزن کی دہائی دیتے ہو؟ تم خود اپنے ملک کی صدارت کیلئے ایک مرد کو ایک عورت پر ترجیح اور اہمیت دیتے ہو اور انگلیاں اسلام پر اٹھاتے ہو، عورت کے جھوٹے ہمدرد بنتے ہو، کیا تمہیں اپنے اس دوغلے پن پر شرم نہیں آنی چاہئے۔۔؟؟؟

(جاری)

احکام ومسائل

تعویذ پہننے کی شرعی حیثیت

ام ابراہیم مبشرہ زوجہ کمال الدین سنابلی

تعویذ گنڈے کی شرعی حیثیت جاننے سے پہلے آیئے تعویذ کا معنی ومفہوم سمجھ لیں.

تعویذ کی تعریف:

العوذه والمعاذه والتعويذ : الرقى يرقى به الإنسان من فزع أو جنون لأنه يعاذبه.(لسان العرب ماده اعوذ499/3)

یعنی" دم جسے انسان کسی خوف، گھبراہٹ یا پاگل پن جنونی کے لیے پڑھے تا کہ اس سے پناہ حاصل ہو سکے یا خلاصی پا سکے"

لیکن اردو زبان میں" تعویذ" کا مطلب الگ ہے، کسی بھی لفظ کا اصل مفہوم سمجھنے کے لئے ہمیں اس لغت کے اہل زبان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ اس لفظ سے کیا مراد لیتے ہیں تبھی آپ دھوکے میں پڑے بغیر کسی مسئلے کا صحیح شرعی حکم دریافت کر سکیں گے، لہذا یہ جاننا ضروری ہے کہ اردو والے لفظ تعویذ سے کیا مراد لیتے ہیں، دراصل اردو میں تعویذ کے معانی ہیں:" کسی ایسی چیز کو گلے میں لٹکانا جو سونے چاندی یا لوہے کی تختی پر بنی ہوئی ہو یا پیتل تانبے کے سکے کو کنڈی لگا کر گلے میں پہننا یا بازو یا ران پر سونے چاندی لوہے پیتل کی ڈھولنی کے اندر لکھا ہوا تعویذ مڑھا کر باندھنا یا چمڑے یا کاغذ پر کچھ لکھوا کر کپڑے میں باندھ کر یا دھاگے میں گرہ لگا کر گلے یا بازو میں اس عقیدے سے لٹکانا کہ اسے پہننے اور لٹکانے سے میری حفاظت ہوگی، بلاؤں سے محفوظ رہونگا اور یہ تعویذ مجھے آلام ومصائب ومشکلات سے محفوظ رکھے گا"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ گلے یا بازو میں تعویذ لٹکانا یا دھاگہ پہننا شریعت میں منع ہے، اسی طرح شرکیہ جھاڑ پھونک بھی حرام ہے،

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان الرقى والتمائم والتولة شرك ۔(ابوداؤد: حديث نمبر:3883)

یعنی" دم جھاڑ پھونک، تعویذ گنڈے اور محبت کے منتر شرک ہیں"۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے گلے میں ایک دھاگہ دیکھا تو انہوں نے اس دھاگے کے بارے میں اپنی بیوی سے سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ آنکھوں میں بیماری کی وجہ سے اس دھاگہ میں دم کروا کر باندھا ہے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس دھاگے کو کاٹ دیا اور ان سے فرمایا کہ عبداللہ کے گھرانے کا شرک سے کوئی تعلق نہیں، آپ کو تو صرف اتنا کہنا کافی ہے:

اَذْهِبِ الْبَأسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِى لاَ شِفَاء اِلاَّ شِفَاءُک شِفَاء لاَ يُغَادِرُ سَقَماً۔(ابوداؤد: 3883)

اے لوگوں کے پروردگار بیماری دور کر دے اور شفاء عطا فرما تو ہی شفاء عطا کرنے والا ہے ماسوائے تیری شفاء کے کوئی شفاء نہیں ہے جو کسی قسم کی بھی بیماری نہیں چھوڑتی۔

دم اور جھاڑ پھونک دو قسم کا ہوتا ہے، ایک قسم تو حرام اور شرک ہے اور دوسری قسم جائز ہے جسکی تفصیل یہ ہے:

(۱) حرام وہ ہے جس میں شرکیہ الفاظ ہوں اور غیر اللہ سے مدد طلب کی جائے یا اس سے پناہ مانگی جائے۔

(۲) جائز وہ ہے جو شرکیہ الفاظ سے خالی ہو بلکہ قرآن وسنت کے الفاظ پر مشتمل ہو، حدیث میں جو منع آیا ہے وہ پہلی قسم سے روکا گیا ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دم کے متعلق سوال کیا جو وہ کرتے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

إعرضوا عليَّ رقاكم لا بأس بالرقى مالم تكن شركا.(ابوداود:3886)

تم مجھے اپنے دم درود دکھاؤ جب تک اس میں شرکیہ الفاظ نہ ہوں تو دم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بلکہ بخاری وغیرہ کی حدیث سے خود آپ ﷺ کا معوذتین کے ذریعے اپنے اوپر دم کرنا ثابت ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ جب آپ ﷺ کی تکلیف بڑھ جاتی تو اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ پر ان دو سورتوں کا دم کرتیں۔ (دیکھئے بخاری حدیث:4439،5735،5751)

رہا معاملہ اپنے یا اپنے بچوں کے گلے اور بازو میں تعویذ کا باندھنا یا لٹکانا تو یہ سراسر حرام وممنوع ہے۔

حضرت عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من تعلق شيئاً وكِل إليه.(صحیح الترمذی:2072)

جس نے کوئی چیز لٹکائی اس کو اسی کے سپرد کر دیا جائے گا یعنی اللہ تعالی اس کو اسی طرف چھوڑ دے گا۔

ایک دوسری روایت کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے ایسے شخص کو بددعا دی ہے جو اس قسم کے غلط عقیدے سے کوئی چیز لٹکاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من علق تميمة فلا اتم االلہ له.(صحیح ابن حبان:6086)

"جس نے تعویذ لٹکایا اللہ تعالیٰ اس کی مراد پوری نہ کرے"

ایک اور روایت میں آتا ہے:

من علق تميمة فقد اشرك .(صحيح الجامع:6394)

جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا۔

ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس کے ہاتھ میں پیتل کا ایک کڑا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرے جوڑوں میں بیماری ہے جس کی وجہ سے میں نے اس کو پہنا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حکم دیا کہ:

انزعها فانها لا تزيدک الا وهنًا و انک لومت وہی علیک ما افلحت ابدًا .(ابن ماجه و مسند احمد، شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے، ضعیف ابن ماجه:۷۰۹، اور علامہ شوکانی اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں: اسناده لابأس به دیکھئے:الفتح الربانی ۱،۳۱۸، نیز شیخ ابن باز فرماتے ہیں:اسناده جيد، دیکھئے:فتاوی نور علی الدرب لإبن باز ۱،۳۸۳)

اس کو اتار دو یہ تمہاری بیماری کو اور زیادہ کر دے گا اور اگر تم اسی حالت میں مر گئے کہ یہ تمہارے ہاتھ میں تھا تو تم کبھی بھی فلاح نہیں پاؤ گے۔

ان تمام روایات سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن وحدیث سے ثابت شدہ اوراد و وظائف اور دم جائز ہیں اور گلے، بازو، ران اور پیٹ وغیرہ پہ کسی بھی قسم کا تعویذ باندھنا اور لٹکانا ممنوع ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلم معاشرے کی اصلاح فرمائے اور شیطان کی پیروی و عبادت سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

❖ ❖ ❖

دین کے دفاع میں صحابہ کا کردار

سرفراز فیضی : داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی

صحابہ کرام بدعت اور اہل بدعت کے مقابلہ میں

اللہ کی رضا اور اس کی محبّت کا حصول ایک ایمان والے بندے کی زندگی کا سب سے بڑا مطلوب ہے اور اس مطلوب کے حصول کا واحد راستہ نبی پاک ﷺ کی اتباع ہے۔ صحابہ کرام کی جماعت وہ جماعت ہے جس نے نبی ﷺ کی اتباع کا حق اپنی زندگی میں ادا کر کے اللہ کی طرف سے جنّت کی سند اور اسوہ کی حیثیت پالی۔ صحابہ کے ایمان و اسلام، ان کے جذبہ تسلیم و رضا اور اطاعت و فرمانبرداری کی تحسین رب العزت نے کلام پاک میں فرمائی اور ان کے راستے کو ہدایت کا راستہ قرار دیا ہے۔ اہل ایمان اپنی نمازوں میں صبح و شام جس صراط مستقیم کی ہدایت کے لیے اللہ رب العزّت کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں اور انعمت علیہم کے الفاظ کے ساتھ جس ہدایت یافتہ گروہ کی ہدایت کا حوالہ دے کر ان کے راستے پر چلنے کی توفیق طلب کرتے ہیں، صحابہ کرام اسی ہدایت یافتہ گروہ کا حصّہ ہیں۔ یہ وہ عظیم جماعت ہے جسے اللہ جلّ شانہ نے اپنے خاص فضل سے نوازا۔ جن کے دلوں کو ایمان و تقویٰ کی روشنی سے مزیّن کیا اور کفر، فسق اور معصیت سے ان کی تطہیر فرمائی۔

دین کے بارے میں صحابہ کا نقطہ نظر کیا تھا؟ اتباع کے حوالے سے ان جذبات کیسے تھے؟ بدعات اور اہل بدعات کے بارے میں ان کا منہج کیا تھا؟ نصوص شریعت کے ساتھ ان کا تعامل کس طرح کا تھا؟ یہ ساری چیزیں ہم کو ان کے مقام کی بلندی کو سمجھنے اور ان کے ایمان اور اطاعت کا رہتی دنیا تک کے لیے معیار قرار دینے کی حکمتوں کا ادارک کرنے میں مدد کرتی ہے۔

اللہ کے دین کو کافی جاننا اور بدعت سے اجتناب

بدعت سنّت کی ضد ہے۔ سنّت رسول ﷺ کے راستے پر چلنے کا نام ہے اور بدعت رسول کے راستے سے اپنا راستہ الگ کر لینے کا۔ سنّت کی اتباع کا تقاضہ ہے کہ امّتی ہر معاملہ میں نبی ﷺ کی ذات اور بات کو اپنی ذات اور بات پر مقدّم رکھے جب کہ بدعتی کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ نبی ﷺ سے بھی آگے بڑھ جائے۔

اللہ کا اتارا ہوا دین انسان کی ہدایت اور نجات کے لیے کافی ہے۔ جنّت دنیا میں ایک ایمان والے بندے کا سب سے بڑا مقصود ہے اور اس مقصود کے حصول کے لیے اسے خود سے کوئی راستہ بنانے کی حاجت نہیں ہے۔ جنّت جانے کا راستہ اللہ نے بتا دیا ہے۔ وہ راستہ ہے نبی ﷺ کا راستہ۔ یہ واحد راہ بندے کو اللہ کی رضا اور اس کی جنّت تک لے جاتی ہے اس کے علاوہ ہر راہ جہنّم کی طرف جانے والی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"خير الهدى هدى محمد وشر الأمور محدثاتها وكل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة وكل ضلالة في النار۔"

بہترین طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے اور بدترین کام (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو چھوڑ کر) نئی بدعتیں ایجاد

کرنا ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم کی طرف لیجانے والی ہے۔(صحیح مسلم: حدیث نمبر ۸۶۷)

لیکن بدعتی کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی اتاری ہوئی شریعت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے راستے کو کافی نہیں سمجھتا۔ دین کے نقص کا یہ احساس اس کو نئے طریقے جنم دینے اور نئے راستے بنانے پر ابھارتا ہے۔

سنت کی اتباع اور بدعت سے اجتناب پر صحابہ کے اقوال

صحابہ کرام نے اپنے قول وعمل سے اس عقیدہ کی تردید کی اور ثابت کیا کہ اللہ کا دین انسان کی ہدایت کے لیے کافی ہے اور اس میں کسی انسانی دخل اندازی کی نہ ضرورت ہے نہ گنجائش۔ بدعت اور اہل بدعات کے حوالے سے صحابہ کرام کے اقوال ملاحظہ فرمائیں :

★ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُودٍ ، قَالَ "اتَّبِعُوا وَلا تَبْتَدِعوَا ، فَقَدْ کُفِیتُمْ، وَکُلُّ بِدْعَةٍ ضَلالَةٌ. "

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اتباع کرو اور بدعتیں ایجاد اور اختیار مت کرو کیونکہ تمہارے لیے (اتباع) کافی ہے ۔ (السنة للمروزی ح:۲۸،أخرجه الدارمی فی السنن ۲۱۱، والطبرانی فی الکبیر ۸۸۷۰ والبیهقی فی المدخل ۲۰۴)

★ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ، قَالَ ":الاقْتِصَادُ فِي السُّنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الاجْتِهَادِ فِي بِدْعَةٍ."

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ” سنّت کی اتباع میں میانہ روی کسی بدعت میں خوب محنت کرنے سے بہتر ہے۔ (السنة للمروزی ص: ۳۰)

★عن عَبْدُ اللّٰہِ": إِنَّا نَقْتَدِي وَلا نَبْتَدِي ,وَنَتَّبِعُ وَلا نَبْتَدِع ,وَلَنْ نَضِلَّ مَا تَمَسَّكْنَا بِالأَثَرِ

حضرت عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ ” ہم اقتداء کرتے ہیں (یعنی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں) اور اپنی طرف سے شروعات نہیں کرتے ۔ اتباع کرتے ہیں بدعت ایجاد اور اختیار نہیں کرتے۔ اور ہم گمراہ نہیں ہوسکتے جب تک آثار (سنّتوں) کو پکڑے رہیں گے۔“ (شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة ۱/۹۷)

☆أن ابن مسعود رضی اللہ عنه قال : علیکم بالعلم قبل أن یُقبض، وقبضه ذهاب أهله، علیکم بالعلم فإن أحدکم لا یدری متی یُقبض، أو متی یُفتقر إلی ما عنده، وستجدون أقواما یزعمون أنهم یدعونکم إلی کتاب اللہ، وقد نبذوه وراء ظهورهم، فعلیکم بالعلم، وإیاکم والتبدع، والتنطع، والتعمق، وعلیکم بالعتیق.

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ علم کا حصول تم پر واجب ہے اس سے پہلے کہ یہ علم اٹھالیا جائے اور علم اٹھالیے جانے کا مطلب اہل علم کا اٹھالیا جانا ہے۔ علم لازمی طور پر حاصل کرو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ علم کب واپس لے لیا جائے گا۔ اور جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ کب ختم ہوجائے گا۔ عنقریب تم ایسے لوگوں کو پاؤ گے جن کا خیال ہوگا کہ وہ تم کو کتاب اللہ کی طرف بلا رہے ہیں حالانکہ انہوں نے کتاب اللہ کو پس پشت ڈال رکھا ہوگا۔ اس لیے علم حاصل کرو۔ اور بدعتوں سے بچو، تکلّف سے پرہیز کرو، غلو اور تشدد سے دور رہو، اور پرانے امر (یعنی قرآن وسنت) سے چمٹے رہو۔ (الدارمی ۱۴۴ ، البدع والنهی عنها لابن وضاح ۱۶۳ ، السنّة للمروزی ۸۰)

★عبد اللہ بن عمر -رضی اللہ عنهما -یقول "لا یزال

الناس علی الطریق ما تبعوا الأثر -وقال: کل بدعة ضلالة وان رآها الناس حسنة"

"لوگ جب تک حدیث پر عمل پیرا رہیں گئے ہمیشہ سیدھی راہ پر رہیں گئے" اور یہ بھی فرمایا کہ "ہر بدعت گمراہی ہے اگر چہ لوگ اس (نیکی) اچھا سمجھیں "

(سنن الدارمی ۱/۸۰، السنۃ للمروزی ۱/۲۸،)

★عن عثمان بن حاضر، قال: قلت لابن عباس: أوصنی، قال: علیک بالاستقامة، واتباع الأثر، وإیاک والتبدع .

عثمان بن حاضر کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ مجھے وصیت کیجیے تو انہوں نے فرمایا: استقامت اور اثر (سنّت) کی اتباع کو لازم پکڑو، اور بدعتوں سے بچتے رہو۔(سنن الدارمی ۱۴۱، الإبانة لابن بطه ۱۶۴)

★عَنْ هَمَّامٍ، قَالَ: مَرَّ عَلَيْنَا حُذَيْفَةُ وَنَحْنُ فِي حَلْقَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْقُرَّاءِ اسْلُكُوا الطَّرِيقَ، فَوَاللَّهِ لَئِنْ سَلَكْتُمُوهُ لَقَدْ سَبَقْتُمْ سَبْقًا بَيِّنًا، وَإِنْ أَخَذْتُمْ يَمِينًا وَشِمَالًا لَقَدْ ضَلَلْتُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا

ھمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہ بن الیمان ہمارے پاس سے گذرے جب ہم مسجد میں حلقہ بنائے بیٹھے تھے۔ہم کو دیکھ کر فرمایا: اے علماء کی جماعت (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے) راستے پر چلو۔(بخاری کی روایت میں استقیموا ہے یعنی استقامت کے ساتھ اس راستے پر چلو،۔)اس طرح تم (دوسروں کے مقابلے میں خیر اور بھلائی میں) بہت آگے نکل جاؤ گے۔اور اگر تم دائیں بائیں مائل ہوئے تو (سیدھے) راستے سے دور بھٹک جاؤ گے۔(البخاری ۷۲۸۲، السنة لعبد الله بن أحمد ۱۰۶، السنّة للمروزی ۸۶)

★عن حذیفة، قال: فاعلم أن الضلالة حق الضلالة أن تعرف ما کنت تنکر، وأن تنکر ما کنت تعرف، وإیاک والتلون فی دین الله تعالی، فإن دین الله واحد.

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں " گمراہی کی حقیقت یہ ہے کہ تم کسی چیز کو معروف قرار دو جس کو اب تک منکر کہتے آئے تھے اور کسی ایسی چیز کو منکر کہنے لگو جس کو اب تک معروف قرار دیتے رہے تھے۔تلوّن (رنگ بدلنا۔استقامت کی ضد ہے) سے بچو۔کیونکہ اللہ کا دین ایک ہی ہے۔(اعتقاد أهل السنة للالکائی ۱۲۰، الحجة فی بیان المحجة للأصبهانی ۱۶۸)

★وقال حذیفة بن الیمان رضی الله عنه- کلّ عبادة لم يَتَعبدْ بها أَصْحابُ رَسُولِ اللهِ- صلی الله علیه وآله وسلم- فلاتَتَعبّدوا بها؛ فإن الأَوّلَ لَمْ يَدع للآخِرِ مَقالا؛ فاتّقوا اللهَ يا مَعْشَر القرّاء، خُذوا طَريقَ مَنْ کان قَبلکُم)

حضرت حذیفہ بن الیمان فرماتے ہیں۔" ہر وہ عبادت کا طریقہ کہ جس کے ساتھ رسُولِ اللہ- صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے عبادت نہیں کی، اس طریقے سے کبھی عبادت نہ کرو۔اس لیے کہ بلا شک وشبہ پہلوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے بعد میں آنے والوں کے لیے بات کرنے کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی۔لہٰذا اے علماء کی جماعت! اللہ تقویٰ اختیار کرو۔اپنے سے پہلے اصحاب رَسُولِ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راستہ اپناؤ۔"(حقیقه السنة والبدعة=الأمر بالاتباع والنهی عن الابتداع للسیوطی (ص:۷۷) (جاری)

❖ ❖ ❖

شخصیات

آہ۔ محسن جماعت اسماعیل لکڑاوالا اب نہ رہے

مقصود علاء الدین سین

ذیل میں جماعت کے دو اہم بزرگوں: جناب عبدالقیوم صاحب لکڑاوالا اور جناب محمد اسماعیل صاحب لکڑاوالا کی دینی خدمات پر مشتمل مضامین پیش کئے جارہے ہیں جن کی وفات ابھی چند دنوں پیشتر ہوئی ہے اور اس کی وجہ سے جماعت میں جو خلا پیدا ہوا ہے اسے جماعت کے عام لوگوں نے محسوس کیا ہے۔
صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے امیر محترم، دیگر ذمہ داران، اراکین اور اسٹاف کے لوگ ان دونوں بزرگوں کے لئے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق کے ساتھ ان کا عمدہ جانشین بنائے۔ آمین

ادارہ

۱۲/نومبر عصر بعد کوکن اسلامک لائبریری کھیڈ، رتناگری میں شیخ عبدالواحد انور یوسفی و دیگر ذمہ داران کے ساتھ مرکز الدعوۃ کے مسائل پر تبادلۂ خیال کر رہا تھا کہ تقریباً پانچ بجے برادرم ایاز قاضی کا فون آیا اور انھوں نے یہ غمناک خبر سنائی کہ جناب اسماعیل بھائی لکڑاوالا کا ابھی تھوڑی دیر پہلے انتقال ہوگیا ہے۔ بے ساختہ زبان سے "إنا لله وإنا إليه راجعون" کے کلمات نکلے۔

تھوڑی دیر بعد پھر ان کے صاحبزادے انور لکڑاوالا صاحب کا فون آیا انھوں نے بھی یہی خبر دی اور کہا مولانا عبدالسلام سلفی صاحب کا فون نہیں لگ رہا ہے تم انہیں خبر دیدو کہ تدفین رات نو (۹) بجے ہوگی۔ میں نے بتایا مولانا عبدالسلام یوپی کے سفر پر ہیں اور میں کوکن میں ہوں، تو وہ بولے کوئی بات نہیں آپ اپنی ترتیب سے آیئے کوئی جلدی مت کیجئے، پھر بھی میں نے فوراً ریلوے اسٹیشن جاکر ٹرین پکڑنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔

اسماعیل بھائی کافی دنوں سے علیل تھے اور بستر پر ہی تھے۔ میری آخری ملاقات ۵/نومبر کو جناب عبدالقیوم لکڑاوالا کی تدفین کے بعد امیر جمعیت شیخ عبدالسلام سلفی، عبدالحمید خان، شیخ محمد مقیم فیضی، شیخ عنایت اللہ مدنی، شیخ محمد رحمانی کے ہمراہ ہوئی تھی جب ہم سب ان کی عیادت کے لئے ان کے گھر گارڈن ہال ناگپاڑہ گئے تھے، اس وقت وہ غنودگی کی حالت میں تھے۔

متوسط قد، چہرے پر سفید شرعی داڑھی، سفید قمیص اور پتلون، سر پر ٹوپی، اسلامی وضع قطع کے پابند اور بارعب شخصیت کے مالک تھے اسماعیل بھائی لکڑاوالا۔

ان کا پورا نام اسماعیل محمد لکڑاوالا ہے، صوبہ گجرات کے ضلع راجکوٹ کے رین گاؤں میں ۱۹۴۰ء کو پیدا ہوئے، اور دس سال تک وہیں رہ کر چوتھی جماعت تک تعلیم حاصل کی، اور ۱۹۵۰ء میں اپنے والد کے ساتھ ممبئی آئے، ممبئی آنے کے بعد دو تین سال تک تعلیم حاصل کی، غالباً ساتویں جماعت تک تعلیم حاصل کی۔ پھر والد صاحب کے ساتھ لوہے کا کاروبار کرنے لگے اور کچھ عرصہ بعد خود اپنا Building Demolition کا کام شروع کیا، پھر پرانے لکڑے اور پترے وغیرہ کا کام بھی شروع کیا۔ جری مری،

کرلا، ممبئ مختلف جگہوں پر دکانیں کھولیں، ایک عرصہ بعد ان کی اولاد موسیٰ، انور، عثمان وغیرہ بھی کاروبار سے جڑ گئے تو کرلا میں فوزیہ ہسپتال قائم کیا، نیز کنسٹرکشن کمپنی قائم کرکے تعمیراتی کام بھی کرنے لگے، ممبئ کے مختلف علاقوں میں کئی ٹاور اور بلڈنگیں تعمیر کی ہیں، ان کی اولاد اب بھی اسی پیشے سے جڑی ہوئی ہے۔

یہ تھی ایک جھلک ان کی شخصیت اور کاروباری زندگی کی، اب دینی خدمات کے حوالے سے کچھ یادیں وباتیں سپرد قلم کرتا ہوں۔

اسماعیل بھائی پہلے حنفی دیوبندی مسلک سے تعلق رکھتے تھے، ۱۹۷۰ء میں ابوبھائی تیلی (یوسف بھائی کے بڑے بھائی) کے ذریعہ اہل حدیث ہوئے، اہل حدیث ہونے کے بعد مولانا عبدالجلیل سامرودی رحمہ اللہ، ان کے بیٹے مولانا عبدالرحمن سلفی و مولانا عبدالبر صاحب اور مولانا عبدالواحد صدری دہلوی رحمہ اللہ سے قریبی تعلق رہا اور ان ہی سے تعلیم وتربیت حاصل کی۔ اس لیے جماعت غرباء اہل حدیث سے منسلک بلکہ بنیادی ذمہ داران میں سے رہے، اور زندگی بھر جماعت کی خدمت بھی کی، دعوت و تبلیغ اور دین کی نشر واشاعت کا اچھا جذبہ رکھتے تھے، اسی لئے انھوں نے اپنے چھوٹے بیٹے ابراہیم کو جامعہ محمدیہ منصورہ میں داخل بھی کرایا تھا لیکن وہ وہاں تعلیم مکمل نہیں کرسکا۔ اہل حدیث ہونے کے بعد انھوں نے اپنے ساتھیوں کے تعاون سے مدرسہ محمدیہ ومسجد اہل حدیث میمن واڑہ، مسجد اہل حدیث کلیان بلڈنگ گرانٹ روڈ، چیتا کیمپ، گولی بار سانتا کروز، جوگیشوری، گوریگاؤں، ملاڈ، ممبرا، اٹاپ ہل وڈالا، نیرول، گھوگھا مسجد (گجرات) وغیرہ قائم کیا اور ان مساجد ومدارس کو تکمیل تک پہنچایا۔ اسی طرح سورت سنگھرامپورہ کے مدرسہ اور احمد آباد کی جماعت کی بھی بنیادی مدد اور رہنمائی کرتے رہے۔ ممبئ میں جماعت اہل حدیث کے شایان شان اپنے خرچ پر ایک بڑا ادارہ قائم کرنے کی بھی ان کی خواہش تھی لیکن ان کے لڑکوں میں انور لکڑا والا صاحب کی رائے یہ تھی کہ ہم لوگ خود کوئی بڑا ادارہ قائم تو کرسکتے ہیں لیکن اس کو سنبھالنا ایک بڑا کام ہے اس سے بہتر ہے کہ جماعت کے جو ادارے ہیں ان کو مضبوط کیا جائے اور صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئ کے دعوتی کام میں تعاون کرکے اسے بڑھایا جائے۔ اس کے علاوہ دینی وفلاحی اور تعلیمی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے اور حتی المقدور تعاون بھی کرتے تھے۔ ممبئ کے المومنہ گرلز اسکول کے قیام کے ابتدائی دنوں میں بھی اپنا تعاون اور مشورہ ذمہ داران کو دیتے تھے، جس سے ان کے حوصلے بڑھے۔

کوئی ضرورت مند پہنچتا تو اس کو خالی ہاتھ نہ لوٹاتے تھے کبھی کسی ضرورت مند خصوصاً علماء کے بارے میں ان کو معلوم ہوتا کہ ان کی مالی حالت اچھی نہیں ہے تو ان کو وقتاً فوقتاً مالی مدد ان کے طلب کیے بغیر بھی بھیجتے تھے، جو دور دراز رہتے ان کو بینک سے ٹرانسفر کرواتے، گجرات کے بعض حصوں احمد آباد وغیرہ میں قربانی کا بھی نظم کرتے تھے، اسی طرح کئی غریب طلباء کی کفالت بھی کرتے۔ کبھی اقامتی مدارس میں کھانا یا اناج بھی بھجواتے۔ کچھ لوگوں کو میرے ذریعہ بھی نقدی وغیرہ بھجواتے تھے، کاش اس کا کوئی ریکارڈ موجود ہوتا تو وہ تاریخ کا حصہ بن جاتا لیکن اللہ کے یہاں سب درج ہے وہ ان کیلئے صدقہ جاریہ ہے ان شاء اللہ۔

ویسے میں پچھلے سولہ (۱۶) سالوں سے حصول معاش کے لیے ان کے صاحبزادے انور لکڑا والا کے ساتھ ان کی کمپنی سے جڑا ہوں، لیکن اسماعیل بھائی سے میرے تعلقات تقریباً ۲۳ رسالوں سے ہیں، اس لیے میں ان کو بہت قریب سے جانتا ہوں، مجھے ان کے ساتھ گجرات، دہلی، یوپی وغیرہ کا سفر بھی کرنے کا موقع ملا ہے۔

ان کی ایک بہت بڑی اور قابل ذکر خوبی یہ بھی تھی کہ جب کبھی ملک کے کسی بھی حصہ سے کوئی نئی مسجد یا مدرسہ کی تعمیر کے سلسلہ

میں تعاون کے لیے ان کے پاس کوئی آتا تو اس سے ساری تفصیلات لے کر اپنے تئیں تحقیق کرتے اور کام کی تصدیق ہونے پر خود تو بھرپور تعاون کرتے ہی تھے اپنے مخلص ساتھیوں خصوصاً عبدالقیوم لکڑاوالا، اقبال مکوانہ (جو اَب اس دنیا میں نہ رہے اللہ انہیں غریق رحمت کرے) اور عبدالقیوم گوشت والا وغیرہ سے بھی تعاون دلاتے تھے۔ کبھی فون کر کے پوچھتے اور ان کا تعاون بھی خود ہی ادا کرتے پھر ان سے لے لیتے۔ (جس سے ضرورت مند کا کچھ حد تک کام بھی ہوتا اور کسی کسی کا تو پورا کام ہو جاتا تھا) اور کبھی کبھی ادارہ کے ذمہ داران سے بات کر کے ان ہی کے پاس براہ راست بھیج دیتے۔

آج سے تقریباً بیس سال قبل میں نے بھی مرکز الدعوہ کے لیے سونس کھیڈ میں جگہ لی تھی تو مولانا عبدالحق قاسمی رحمہ اللہ کے کہنے پر ان کے پاس گیا تھا مجھے بھی اسی طرح اپنے ساتھیوں سے لیکر اور خود ملا کر ۲۰۰۰۰ (بیس ہزار) روپئے دیئے تھے اس وقت میرے لیے یہ بہت بڑا کام تھا اور مجھے بھی باقی پچاس ہزار کی رقم جمع کرنے میں حوصلہ ملا۔

ان کی اور ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ وسیع دل ودماغ کے مالک تھے، کئی جگہ کے جھگڑے اور اختلاف ختم کرنے اور صلح کرانے میں بڑا رول ادا کرتے تھے، ان کے وسیع دل ودماغ کا ثبوت یہ بھی ہے کہ ان کے اور ان کے لڑکے انور لکڑا والا کے عمل اور جماعت کے لوگوں وعلماء سے تعلق واچھے برتاؤ اور کوششوں سے غرباء اہل حدیث اور جمعیت اہل حدیث کے درمیان بعض مسائل کے اختلاف کی وجہ سے جو دوری تھی وہ بہت حد تک کم ہوئی، اور اب دونوں جماعتوں کے بیچ کافی خوشگوار تعلقات ہیں، اسی کا نتیجہ ہے کہ ان کے تیسرے صاحبزادے عثمان لکڑا والا صاحب صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے تین میقات سے خازن ہیں۔

صوبائی جمعیت کے امیر مولانا عبدالسلام سلفی صاحب سے بھی ان کا خصوصی تعلق تھا، بعض معاملات میں وہ مولانا عبدالسلام سلفی سے مشورہ بھی کیا کرتے تھے، اور مرحوم کے مولانا یعقوب جونا گڑھیؒ، مولانا مختار احمد ندویؒ اور مولانا عبدالحمید رحمانیؒ، مولانا عبدالحق قاسمیؒ، مولانا محمد امین ریاضی، قاری نجم الحسن فیضی، مولانا حیدر (گجرات) جیسے جمعیت وجماعت کے متعدد علماء سے ان کے اچھے تعلقات تھے جن کی ایک طویل فہرست ہے۔ مولانا مختار احمد ندوی نے کئی سال پہلے ایک لمبے عرصہ بعد جماعت کا پروگرام کیا تھا اس میں بھی اسماعیل بھائی پیش پیش تھے۔

ویسے عمومی طور پر جماعت کے اجتماعات اور کانفرنسوں میں شرکت کا شوق رکھتے تھے، دور دراز ممبئی کے باہر دہلی، گجرات اور کوکن وغیرہ کے بھی جلسوں میں جاتے تھے بلکہ اس میں بھرپور تعاون کرتے بھی تھے۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی ''دین رحمت کانفرنس'' کے موقع پر جلسہ گاہ میں خود حاضر ہو کر انھوں نے اپنی سائٹ کے مزدوروں کو بلا کر عارضی وضوخانہ، استنجاخانہ اور باتھ رومس بنوایا تھا اور عوام کے لیے کھانے کا بھی انتظام کرایا تھا۔

صوبائی جمعیت کا موجودہ آفس بھی انہی سے خریدا گیا تھا جس کا محل وقوع بہت اہم ہے اور وہ ایک قیمتی پراپرٹی تھی لیکن جمعیت کے لیے انھوں نے بہت ہی مناسب اور رعایتی قیمت پر دیدیا۔ اور اس میں اپنی طرف سے بھی گراں قدر تعاون فرمایا۔

بہت سی یادیں اور باتیں قابل ذکر ہیں لیکن نہ یاداشت اتنی مضبوط ہے اور نہ ہی قلم میں بہت زیادہ پختگی ہے کہ بروقت اور بہ عجلت کچھ تفصیلی مضمون لکھ سکوں۔

الغرض اسماعیل بھائی لکڑا والا پوری زندگی کاروبار کے ساتھ جماعت کی خدمت میں مشغول رہے، اپنی زندگی میں صوبائی جماعت غرباء اہل حدیث ممبئی کے دس سال ۱۹۷۸ء سے

۱۹۸۸ء تک امیر رہے اور پھر ایک لمبے عرصہ ۱۹۸۸ء سے ۲۰۱۰ء تک خازن بھی رہے۔

جماعت غرباء اہل حدیث کے علاوہ گجراتیوں کی گھانچی جماعت میں بھی ان کا ایک مقام ومرتبہ تھا، اس جماعت کے بھی پندرہ سے بیس سال صدر رہ کر ۲۰۰۵ء میں مستعفی ہوئے۔

زندگی کے آخری سالوں میں چار سال قبل ۲۰۱۲ء کو دل کا آپریشن ہونے کے بعد ان کی طبیعت پہلے جیسی نہ رہی، دن بدن طبیعت ڈھلتی گئی، آخری چند ماہ بستر علالت پر ہی رہے اور بالآخر قانون الٰہی (كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ)(الانبیاء) کے تحت ۱۲/نومبر ۲۰۱۶ء عصر بعد تقریباً (4:40pm) کو داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

موت کے قانون کا پابند قانون حیات
موت کی زد میں بہر لحظہ ہے پوری کائنات

انتقال کے بعد ان کے لڑکوں نے فیصلہ لیا کہ تجہیز وتکفین اور قبر کی تیاری میں جتنا وقت درکار ہے اس کے بعد تدفین کی جائے گی اور عشاء بعد نو (۹) بجے تدفین کے وقت کا اعلان کیا۔ جو عین سنت کے مطابق تھا کہ میت کی تدفین میں تاخیر نہ کی جائے۔

انھوں نے اپنے پیچھے ایک اہلیہ، پانچ لڑکے (۱) موسیٰ، (۲) انور، (۳) عثمان، (۴) محمد، (۵) ابراہیم اور دو لڑکیاں (۱) سلمہ (۲) فاطمہ نیز دو پوتے، گیارہ پوتیاں، دونواسے اور چار نواسیاں چھوڑی ہیں۔

اللہ سب کو صبر کی توفیق دے۔

تمام لڑکے اللہ کے فضل سے والد محترم کی طرح دین پسند مسلک اور جماعت کی فکر کرنے والے اور معاون ہیں، اللہ سب کو ثابت قدم رکھے اور مرحوم کے درجات کو بلند کرے اور ان کی تمام نیکیوں کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین

❖ ❖ ❖

(بقیہ صفحہ:51 کا)

ہے علماء کرام نے اس طرح کے قیام کی تین قسمیں ذکر کی ہیں:

(۱) کسی آنے والے کیلئے بیٹھے ہوئے شخص کا تعظیماً ایسے کھڑا ہونا جیسے اہل عجم اپنے بادشاہوں اور رہنماؤں کیلئے کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے اسے ناجائز قرار دیا ہے اور ایک بار نبی اکرم ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی تو صحابہ کرام کو بھی بیٹھنے کا حکم دیا اور جب صحابہ کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ قریب تھا کہ تم میری ایسے ہی تعظیم کرتے جیسے کہ عجمی لوگ اپنے رہنماؤں کی کرتے ہیں۔

(۲) کسی آنے والے کیلئے بلا ملاقات اور مصافحہ کے صرف تعظیم کیلئے کھڑے رہنا تو یہ شکل بھی ناجائز ہے کیونکہ صحابہ کرام اللہ کے نبی ﷺ کی آمد پر کبھی کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ کیونکہ آپ یہ معاملہ ناپسند کرتے تھے۔

(۳) کسی آنے والے کیلئے اس سے ملاقات کی غرض سے یا اس کا ہاتھ پکڑ کر کسی جگہ میں بٹھانے وغیرہ کیلئے کھڑے ہونا۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک مسنون امر ہے اور خوش اخلاقی کا معاملہ ہے اللہ کے نبی ﷺ نے اس طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کیلئے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس طرح آپ کیلئے قیام کیا اسی طرح صحابہ کرام حضرت سعد بن معاذ کیلئے کھڑے ہوئے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اللہ کے نبی ﷺ کے سامنے اس وقت کھڑے ہوئے جب کعب بن مالک کی توبہ قبول ہوئی، چنانچہ ان سے کھڑے ہو کر مصافحہ کیا اور مبارکباد دی۔ تو یہ ایک اخلاقی معاملہ ہے اور درست ہے۔

(فتاوی ابن باز: ۴/ ۳۹۴-۳۹۵)۔

❖ ❖ ❖

شخصیات

محسن جماعت الحاج عبدالقیوم کوڈیا جوارِ رحمت میں

عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی

جماعت اہل حدیث کے ایک بزرگ محسن مختلف مساجد ومدارس کے ٹرسٹی وبانی، صحاح ستہ ودیگر کتب حدیث پر سلفی تحشیہ کے اعداد وترتیب اور اس عظیم علمی مشن کے سرپرست و روح رواں جناب عبدالقیوم کوڈیا لکڑا والا ممبئی کا گذشتہ ماہ ۵/نومبر ۲۰۱۶ء کئی دنوں کی علالت کے بعد صبح ۸/ بجے انتقال ہو چکا ہے۔(انا للہ وانا الیہ راجعون) آپ کی نماز جناب امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی مولانا عبدالسلام سلفی کی امامت میں ادا کی گئی اور ہزاروں سوگواروں کے ہجوم میں بعد نماز ظہر بڑا قبرستان مرین لائن ممبئی سپرد خاک ہوئے۔ خدا رحمت کندایں عاشقان پاک طینت را۔آپ کا سوانحی خاکہ افادۂ عام کے لئے ہدیۂ قارئین ہے۔

نام ونسب : عبدالقیوم بن سلیمان کوڈیا (عرف لکڑا والا)

آبائی وطن : جام نگر گجرات۔

تاریخ ومقام پیدائش : ۱۶/ جولائی ۱۹۴۰ء کو گھوگھاری محلہ پائیدھونی میں پیدا ہوئے۔

تربیت ونشوونما : ۱۹۴۱ء میں والد کی وفات ہوگئی اس لئے نانا، نانی کی پرورش میں پروان چڑھے۔

۱۹۵۵ء میں نانا، نانی کے فوت ہونے کے بعد آپ کے ماموں نے آپ کی کفالت کی۔

۱۹۶۴ء میں ممبئی میں آپ کا نکاح ہوا اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ۵/ لڑکے اور چار لڑکیوں سے نوازا۔ آپ کے صاحبزادے سلیم بھائی کوڈیا شہر ممبئی کے ایک معروف تاجر اور جماعتی خدمت میں اپنے والد کے نقش قدم پر رواں دواں ہیں۔

تعلیم : (۱) ابتدائی تعلیم چوتھی تک گجراتی میڈیم سے جام نگر گجرات میں حاصل کی۔

(۲) اس کے بعد پانچویں سے بارہویں تک کی تعلیم ممبئی میں مکمل کی اس وقت کالجز اور اسکولوں میں فارسی کی بھی تعلیم ہوتی تھی۔آپ نے فارسی بھی ساتھ ساتھ پڑھی۔

علماء کی صحبت اور اہل علم کی مجلسوں کے شائق تھے۔ رب العالمین نے آپ کو مشہور ومعروف محدث مولانا عبدالجلیل سامرودی کی بارگاہ علم میں پہونچنے کا موقع دیا۔اور پھر اس قدر متاثر ہوئے کہ تقلید کی بندشوں سے نکل کر مسلک حق پر گامزن ہو گئے اور تاحیات اس کی خدمت میں لگے رہے۔

اکابرین علماء جن سے فیض یاب ہوئے : (۱) مولانا عبدالجلیل سامرودی، (۲) مولانا محمد داؤد دراز شارح بخاری، (۳) مولانا مختار احمد ندوی، (۴) مولانا عبدالحمید رحمانی (۵) د۔ عبدالعلی ازہری (لندن)، (۶) شیخ عزیز شمس مکہ (۷) مولانا عبدالمتین میمن جوناگڈھی (بنگلور)، (۸) مولانا حامد میمن جوناگڈھی، (۹) مولانا یعقوب میمن جوناگڈھی، (۱۰) ڈاکٹر وصی اللہ عباس، (۱۱) د۔عبدالرحمن فریوائی، (۱۲) مولانا شیر خان جمیل عمری، (۱۳) شیخ احمد (مدینہ)۔

اور اس کے علاوہ دیگر اساطین علم وفن اور آپ سے ملاقات کیلئے آنے والے مہمان علماء وخطباء کی مجلسوں سے بھرپور فائدہ اٹھاتے رہے۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلکی غیرت اور اس کی

نشرواشاعت کا رب العالمین نے آپ کو جذبۂ فراواں عطا فرمایا اوراس کے مطابق خدمت دین کی توفیق بھی ملی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کوقبول فرمائے۔آمین

خدمات وذمہ داریاں : (۱)مسجد غرباء اہل حدیث میمن واڑہ کے قیام کے بعدمولانا سامرودی کی ایماء پر آپ کو امیر جماعت منتخب کیا گیا اور کچھ سالوں تک آپ امیر رہے۔ (۲) گجرات کے مشہور شہرسورت میں واقع دار العلوم محمدیہ عربیہ محلہ لوہار شری سنگرام پور کے صدر نشین رہے۔ (۳) جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں جیسی عظیم الشان دینی درسگاہ کی نظامت علیا کی ذمہ داری بھی کچھ دنوں تک بحسن وخوبی انجام دی۔ (۴) ۲۰۰۳ء میں مراد آباد یوپی میں جماعتی مدرسہ نہ ہونے کیوجہ سے لڑکیوں کا ایک ادارہ بنام مدرسہ فاطمۃ الزہراء اوردوسرا ادارہ بنام ماریہ گرلس انٹر کالج قائم کیا اوراس کی نگرانی اور تعلیمی ترقی اوروہاں گاہے بگاہے پیرانہ سالی کے باوجود جاتے رہے۔ (۵) آپ کی سب سے عظیم خدمت جوایک مشن اورتحریک کی شکل میں آپ نے شروع کیا تھا وہ صحاح ستہ پر سلفی تحشیہ اوراس کی ترتیب واشاعت کے لئے اہل علم سے علمی خدمات کا حصول ہے جوابھی تا حیات جاری تھی رب العالمین کرے کہ آپ کا یہ مشن پایہ تکمیل کو پہونچے اور جماعت اس علمی اور تحقیقی خدمت سے بہرہ اندوز ہو۔

صحاح ستہ میں جن کتابوں پرتحشیہ کی ذمہ داری ماہرین فن اور اساطین علم کودی گئیں تھیں وہ درج ذیل ہیں:

(۱) **صحیح بخاری**/د۔اقبال بسکوہری (جامعہ محمدیہ مالیگاؤں) (۲) **صحیح مسلم**/د۔ یوسف اور طلحہ مدنی (جامعہ محمدیہ مالیگاؤں) (۳)**سنن ابن ماجہ**/شیخ وحید رضا (جامعہ عالیہ مئو) (۴)**سنن نسائی**/شیخ ضیاء الحسن سلفی (جامعہ عالیہ مئو) (۵)**سنن ابی داؤد**/شیخ محمد مستقیم سلفی (جامعہ سلفیہ، بنارس) (۶) **سنن ترمذی**/شیخ حفیظ الرحمن اعظمی مدنی (عمرآباد)

● آپ نے ایک اشاعتی علمی مکتبہ دارالسلام کے نام سے قائم کیا تھاجہاں سے مندرجہ ذیل کتابیں شائع ہوچکی ہیں:

(۱) ضوء المصابیح شرح مشکاۃ المصابیح (۲)الاتقان فی صحاح جامع شعب الایمان (۳) مختصر شعب الایمان بنام ایمان محمدی (۴) مجموعہ صحیح مشکاۃ المصابیح (۵) زہرۃ ریاض الابرار مایغنی الناس عن حمل الاسفار (۶) بلوغ المرام انگلش (۷)وظائف محمدی (۸)طلاق (۹) نبی کی نماز (۱۰)قوانین شرح محمدی (۱۱)اللّٰھم (۱۲) ۳/زبانوں میں قرآن وحدیث سے مزین اسلامی کیلنڈر (۱۳) ان کے علاوہ انگریزی زبان میں کئی رسالے اور پمفلٹ بھی شائع کئے تھے (۱۴) علامہ سامرودی کی شرح مشکاۃ بھی چھپوائی ہے جومرکزی جمعیت سے شائع ہوئی ہے۔

صحیح ڈھنگ اورمنظم طریقہ پر جماعتی کام کرنے کا جذبہ رکھتے تھے، کئی مرتبہ آپ کی مجلسوں میں بعض جماعتی امور کے متعلق حاضری کا موقع ملا بے حد فقیہانہ اورحکیمانہ گفتگوکرتے اور طول طویل محنتوں سے بچتے ہوئے مسئلہ کی جڑ تک پہونچنے کی کوشش کرتے۔ ایسے مواقع پر آپ کی جماعتی دردمندی، فکر مندی، اورحق وانصاف پر مبنی گفتگو قابل دیداور مستند تھی۔ جب بھی ملاقات ہوتی بڑی قدردانی، اہل علم کے تذکرے اور جماعتی کام اوراس کی ترقی اور تنظیم کے تئیں بھرپور بحث وگفتگو ہوتی۔ رب العالمین آپ کی خدمات کوقبول فرمائے۔آمین

وفات : کافی دنوں سے علیل تھے، ہاسپٹل میں زیر علاج تھے، ۵/نومبر ۲۰۱۶ء صبح ۸/بجے رب العالمین کا بلاوا آ گیا اور ہزاروں نیک خدمات سمیٹے اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔آپ کی تدفین بڑا قبرستان مرین لائن ممبئی میں ہوئی۔ نماز جنازہ مولانا عبدالسلام سلفی نے پڑھائی اور ہزاروں سوگواروں کی پرنم آنکھوں کے ساتھ سپرد خاک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں جگہ دے۔ اور پسماندگان کوصبر جمیل کی توفیق دے۔آمین

❖ ❖ ❖

مسائل شرعیہ

فقہ وفتاویٰ

عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی

سوال: کیا اللہ کے نبی ﷺ باحیات ہیں یا آپ کی وفات ہوچکی ہے۔ بالتفصیل مسئلہ ھذا کی قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت کریں!

جواب: اللہ کے نبی (ﷺ) اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور جس طرح سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کیلئے موت کو اٹل حقیقت قرار دیا ہے اسی طرح اللہ کے نبی ﷺ کے بارے میں وضاحت کے ساتھ فرمادیا کہ (اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ)(الزمر:۳۰) اور دوسری جگہ فرمایا کہ (وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ط اَفَاۡىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ) (الانبیاء:۳۴) کہ ہم نے کسی بھی بشر کیلئے آپ سے پہلے ہیشگی نہیں بنایا کیا اگر آپ مرجائیں تو یہ لوگ ہمیشہ رہیں گے۔

اسی طرح سے بے شمار آیات قرآنیہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی وفات ہوگئی اور اگر وفات نہ ہوتی تو صحابہ کرام آپ کو غسل دیکر آپ کی تجہیز وتکفین نہ کرتے اور آپ پر نماز جنازہ نہ پڑھتے اور نہ ہی آپ کو دفن کرتے بلکہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے تو آپ کی وفات پر مکمل اعتماد ویقین رکھا اور جب آپ کی وفات ہوگئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے وراثت میں حصہ داری کا مطالبہ کیا اور اگر وفات نہ ہوتی تو حضرت فاطمہ میراث کا مطالبہ نہ کرتیں۔

مندرجہ بالا امور سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صحابہ کرام کا آپ کی وفات پر اجماع اور اتفاق تھا اور اگر اجماع اور اتفاق نہ ہوتا تو آپ کی وفات کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جو مشکلات اور فتن رونما ہوئے صحابہ کرام ضرور بالضرور آپ کی قبر تک آپ سے مشورہ لینے اور ان مشکلات وفتن سے نکلنے کا راستہ تلاش کرنے کیلئے حاضر ہوتے۔ چنانچہ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ وفات پاچکے ہیں اور قبر میں آپ کو برزخی زندگی حاصل ہے اور وہ تمام نعمتیں جنت کی حاصل ہیں جن کا رب العالمین نے وعدہ فرمایا ہے۔ اور آپ کی روح مبارک جنت کے اعلیٰ درجے اعلیٰ علیین میں موجود ہے آپ کی روح کی حاضری کا عقیدہ رکھنا اور قبر میں آپ کی روح اور جسم دونوں کے لوٹائے جانے کا اعتقاد رکھنا سب باطل اور گمراہ کن ہیں جن پر قرآن وحدیث سے نہ تو کوئی دلیل ہے اور نہ ہی صحابہ کرام یا اسلاف امت میں سے کسی کا اس طرح کوئی عقیدہ تھا۔ (فتاوی اللجنة الدائمة:۱/ ۳۱۲-۳۱۴)

سوال: کسی کے لئے استقبال کے طور پر کھڑے ہونا شرعاً کیسا ہے وضاحت کریں؟

جواب: کسی آنے والے آدمی کے استقبال میں کھڑا ہونا کوئی واجبی اور ضروری حکم نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک اخلاقی معاملہ...

(بقیہ صفحہ:48 پر)

پریس ریلیز

ڈاکٹر ذاکر نائک کے ادارے پر لگائی گئی پابندی ملک کے روادار سماج اور سیکولر دستور کی معکوس نمائندگی اور انصاف کے تقاضوں کے ساتھ کھلواڑ ہے۔
ڈاکٹر ذاکر نائک کی شخصیت اور ملک کی دیگر نمائندہ اسلامی شخصیات عالمی سطح پر ہندستان میں اظہارِ رائے کی آزادی، رواداری کی علامت ہیں۔ان پر یاان کے اداروں پر پابندی سے عالمی سطح پر ملک کی سیکولر، روادار شبیہ داغ دار ہوگی۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

وزیر اعظم نریندر مودی کی صدارت میں ہونے والے مرکزی کابینہ کے اجلاس میں ملک کے معروف اسلامی مبلغ ڈاکٹر ذاکر نائیک کے ادارے ''**اسلامک ریسرچ فاؤنڈیشن**'' پر پانچ برس کے لیے پابندی عائد کردی گئی ہے۔**صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی** یہ سمجھتی ہے کہ ڈاکٹر ذاکر نائک کے ادارے پر لگائی گئی پابندی ملک کے روادار سماج اور سیکولر دستور کی معکوس نمائندگی اور انصاف کے تقاضوں کے ساتھ کھلواڑ ہے؛اس لیے حکومت سے اس پابندی کو فوراً ختم کرنے کا مطالبہ کرتی ہے۔

ڈاکٹر ذاکر نائک مشہور اسلامی مبلغ ہیں۔ان کے خطابات ملک و بیرون ملک سنے جاتے ہیں۔ہماری معلومات کے مطابق انہوں نے ہمیشہ امن وآشتی ہی کی بات کی ہے اور دہشت گردی کی ہر شکل کی وہ ہمیشہ مذمّت کرتے رہے ہیں۔اور ملک کی عوام نے عام طور پر ان کی زبان سے ہمدردی، تعاون اور باہمی احترام ہی کی باتیں سنی ہیں۔ایک طرف سلجھے لہجہ میں بات کرنے والے شخص پر پابندی لگائی جارہی ہے تو دوسری طرف کھلے عام مختلف فرقوں کے خلاف بیان دے کر منافرت پھیلانے والوں کو ملک میں کھلی چھوٹ ملی ہوئی ہے۔یہ صورت حال ملک کی اقلیات کے لیے فکرمندی اور تشویش کا باعث ہے۔کیونکہ ایک شخص کے ساتھ ناانصافی کے بعد خدشہ ہے کہ دوسرے کو بھی نشانہ بنایا جائے اور یہ سلسلہ دراز ہوسکتا ہے جس کے آثار نظر آنے لگے ہیں۔

ملک میں اب تک ڈاکٹر ذاکر نائک اور دیگر نمائندہ شخصیات کو دینی امور میں بولنے کے لیے ملی ہوئی آزادی کی وجہ سے یہ حضرات عالمی طور پر ہندستان میں اظہارِ رائے کی آزادی اور رواداری کی علامت ہیں۔ان پر یاان کے اداروں پر پابندی سے عالمی سطح پر ملک کی سیکولر شبیہ داغ دار ہوگی۔

حکومتی ادارے اب تک ڈاکٹر ذاکر نائک اور ان کے ادارے کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت فراہم نہیں کر سکے ہیں۔بغیر کسی پختہ ثبوت کے ڈاکٹر ذاکر نائک کے ادارہ کے خلاف حکومت کی یہ کارروائی عدل وانصاف کے تقاضوں کے خلاف ہے۔

نوٹ بندی کے بعد ملک میں جس افراتفری کا ماحول ہے ایسے موقع پر ملک کے حالات کنٹرول کرنے کی بجائے مرکزی کابینہ کی جانب سے پابندی کے فیصلہ کا مقصد میڈیا اور عوام کا ذہن ملک می پھیلی بے چینی اور افراتفری سے پھیر دینے کی ایک کوشش کے طور پر بھی دیکھا جارہا ہے۔

ہم اس موقع پر ڈاکٹر ذاکر نائک کے دفاع میں مختلف مسالک کے نمائندوں اور علماء کے کھڑے ہونے کی تحسین کرتے ہیں اور ملک کی دیگر جماعتوں بالخصوص غیر مسلم سیکولر تنظیموں اور میڈیا سے بھی درخواست کرتے ہیں کہ ملک کی سیکولر امیج ، رواداری اور اظہار رائے کی آزادی کے تحفّظ کے لیے آگے آئیں۔

ان خیالات کا اظہار صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے امیر مولانا عبدالسلام سلفی نے صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی نمائندگی کرتے ہوئے اپنے ایک بیان میں کیا ہے۔

آئینۂ جمعیت وجماعت

جماعتی خبریں

دفتر صوبائی جمعیت

صوبائی جمعیت کا ماہانہ اجتماع:

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کا ماہانہ اجتماع جامع مسجد اہل حدیث ممبئی میں اتوار 6 نومبر کو منعقد کیا گیا۔ پروا گرام کا آغاز بعد نماز عصر تلاوت قرآن، اور حمد ونعت کے ساتھ ہوا۔ اجلاس کے پہلے خطیب شیخ کمال الدین صاحب سنابلی داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی نے ''جنّت کی نعمتیں'' کے پر موضوع پر مغرب تک خطاب کیا۔ انہوں نے قرآن وسنّت کی روشنی میں جنّت کی نعمتوں کا پُرتشویق بیان کیا۔ اپنے خطاب میں انہوں نے مختلف اعمال کا تذکرہ بھی کیا جو بندہ کو جنّت میں لے جانے والے ہیں ۔توحید اور اطاعت رسول پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ دونوں اعمال جنّت کی کنجیاں ہیں جن کے بغیر جنّت میں داخلہ کا کوئی امکان نہیں۔

مغرب کی نماز کے بعد شیخ شمیم فوزی نے ''اسلام کے عائلی قوانین'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ موجودہ صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے انہوں نے اسلام کے خاندانی نظام کی اہمیّت مختلف زاویوں سے واضح کی، خاندان کے مختلف افراد کے حقوق، ذمہ داریاں اور نکاح وطلاق کے شرعی احکام اور حکمتوں کا بیان فرمایا۔ شیخ نے کہا نکاح اسلام کے عائلی نظام کی بنیاد ہے۔ نکاح کے معاملہ میں شریعت کا مقصود ہے کہ نکاح کی تقریب سادگی سے ادا کی جائے۔ حدیث مبارک کے حوالہ سے بیان فرمایا کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح بدکاری ہے۔ شیخ نے زوجین کے حقوق اور ذمہ داریوں کا تفصیل سے بیان کیا اور خانگی معاملات میں بگاڑ کے مختلف اسباب بیان کرتے ہوئے اصلاح کے طریقے واضح فرمائے۔ شیخ نے اپنے خطاب میں حلالہ کی شدید قباحت کا بیان کیا اور نصوص کی روشنی میں ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کا ایک ہونا ثابت فرمایا۔

اجلاس کا تیسرا خطاب صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے نائب امیر شیخ محمد مقیم صاحب فیضی کا ''سلفی منہج'' پر تھا۔ شیخ نے اپنے خطاب میں سلفی مسلک کی وضاحت کرتے ہوئے اس کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ اس منہج سے انحراف کی مختلف شکلیں اور ان کے نقصانات کی نشاندہی کی۔ شیخ نے فرمایا کہ اہل حدیث مسلک کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ظاہر ہے۔ ان کا کوئی خفیہ ایجنڈا نہیں نہ کوئی زیر زمین سرگرمی ہے۔ اور یہ ظاہر ہونا ہی جماعت اہل حدیث کے فرقہ ناجیہ کی دلیل ہے۔ شیخ نے دنیا بھر میں پائی جانے والی منحرف جماعتوں اور اشخاص کے غیر سلفی استدلالات کا ذکر کرتے ہوئے ان میں پائے جانے والے منہجی انحرافات کی نشاندہی فرما کر اس کا ردّ فرمایا۔ بالخصوص اس دور میں جاہل خطباء کے پھیلے ہوئے فتنوں کی طرف توجّہ دلا کر عوام کو اس سے بچنے کی تاکید فرمائی۔ آپ نے فتنوں کے اس زمانہ میں نوجوانوں کو خصوصی طور پر علماء سے جڑنے کی وصیّت فرمائی۔ شیخ نے مسلک اہل حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے بدعات کی چھ مختلف شکلوں کی وضاحت مثالوں کے ساتھ فرمائی۔

اجلاس میں چوتھا خطاب پونہ سے آئے ہوئے ملک کے مشہور ومعروف داعی شیخ ابوزید ضمیر کا ہوا۔ شیخ ابوزید ضمیر نے قرآن وسنّت کے مختلف حوالوں سے یہ بات ثابت کی کہ اسلام ہی دنیا میں انسان کی فلاح اور آخرت میں اس کی نجات کا واحد

راستہ ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک اصل کامیابی یہ ہے کہ انسان دنیا میں اللہ کے احکام کی پابندی کے ساتھ زندگی گذارے ۔ یہ پابندی وقتی ہے لیکن اس کا فائدہ آخرت میں حاصل ہوگا جہاں کی زندگی ازلی ہے۔ اس کے بالمقابل دنیا میں اگر انسان شریعت کے احکام سے آزادی کے ساتھ گذارے یہ آزادی وقتی ہے جو موت کے ساتھ ختم ہونے والی ہے لیکن اس آزادی کا نقصان یہ ہے کہ مرتے ہی انسان دائمی عذاب کا مستحق بن جاتا ہے۔ شیخ نے حضرت آدم کے واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کی نافرمانی انسان کے لیے سب سے زیادہ نقصاندہ ہے۔ شیخ نے اس بات کی شدید مذمّت کی کہ میڈیا کے مختلف محاذوں پر اسلام کی نمائندگی کرنے کے لیے ایسے افراد کو بلایا جاتا ہے جو دین کے علم سے خود بے بہرہ ہوتے ہیں اور یہ حضرات بجائے اپنے آپ کو دین کے مطابق تبدیل کرنے کے خود دین کو اپنے مطابق تبدیل کرنے پر زور دیتے ہیں۔

اجلاس کے اخیر میں صدر اجلاس صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے امیر شیخ عبدالسلام صاحب سلفی نے صدارتی خطاب کیا۔ شیخ نے اپنے مختصر اور جامع خطاب میں مسلم پرسنل لاء پر چل رہے تنازعہ کے بارے میں جماعت کا موقف بیان فرمایا۔ شیخ نے فرمایا کہ اہل حدیث جماعت مسلم پرسنل لاء میں حکومت کی دخل اندازی کے خلاف مسلم پرسنل لاء بورڈ کی تحریک کے ساتھ کھڑی ہے اور ملک میں یکساں سول کوڈ کے نفاذ کو شدّت سے مسترد کرتی ہے۔ ملک میں جب بھی شریعت پر آنچ آئی ہے جماعت ہمیشہ امّت کے ساتھ کھڑی رہی ہے۔ البتہ تین طلاق کے بارے میں جماعت کا موقف یہی ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں میں ایک ہی واقع ہوتی ہے اور حلالہ مروجہ شرعی، سماجی ہر اعتبار سے ایک سنگین جرم ہے۔

شیخ کے صدارتی کلمات، تشکّر اور دعاؤں پر اجلاس کا اختتام ہوا۔ پروگرام میں نظامت کے فرائض شیخ حکیم اللہ محمّدی نے بخوبی انجام دیے۔

جمعیت کے ذمہ داران ودعاۃ کے پروگرام:

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے امیر شیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ نے ۶/نومبر کو جامع مسجد اہل حدیث سوناپور (بھانڈوپ) میں صوبائی جمعیت کے پروگرام میں خطاب کیا اور ۲۶/نومبر کو باندرہ ویسٹ کی مسجدِ توحید میں آپ کا خطابِ عام ہوا۔

شیخ محمد مقیم فیضی حفظہ اللہ نے ۶/نومبر کو جامع مسجد اہل حدیث، سوناپور (بھانڈوپ) میں صوبائی جمعیت اہل حدیث کے پروگرام میں خطاب کیا، ۱۱/نومبر کو بھیونڈی کی مسجد امانی شاہ تکیہ میں آپ کی تقریر ہوئی اور آپ نے اس اجلاس کی صدارت بھی کی، ۱۲/نومبر کو وکھرولی میں مسلم پرسنل لاء کے ایک ملی پروگرام سے خطاب کیا، ۲۰/نومبر کو چمبور کی مسجد اہل حدیث میں خطاب کیا اور ۲۲/نومبر کو مسجد اہل حدیث چونا بھٹی کالینا میں آپ کا درس ہوا، ۲۴/نومبر کو گلشن نگر (جوگیشوری) میں بھی ایک ملی اجلاس آپ کا خطاب ہوا، ۲۶/نومبر کو آپ نے باندرہ ویسٹ کی مسجد توحید میں تقریر کی اور ۲۷/نومبر کو کلمبولی کی مسجد اہل حدیث میں خطاب کیا۔

شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی حفظہ اللہ کا ۶/نومبر کو اورنگ آباد میں پروگرام ہوا، ۱۳/نومبر کو وانیم باڑی (تملناڈو) میں ایک دینی پروگرام میں تقریر کی اور ۱۴/نومبر کو جامعہ دارالسلام (تملناڈو) میں آپ کا خطاب ہوا نیز ۲۷/نومبر کو ممبرا کی مسجد ابوبکر صدیق میں ضلعی جمعیت اہل حدیث ممبرا کے پروگرام میں خطاب کیا۔

شیخ کفایت اللہ سنابلی حفظہ اللہ نے ۱۲/نومبر کو وکھرولی میں مسلم پرسنل لاء کے ایک ملی پروگرام سے خطاب کیا، ۲۰/نومبر کو مومن پورہ جامع مسجد اہل حدیث میں آپ نے تقریر کی اور ۲۷/نومبر کو نالاسوپارہ میں جمعیت کے پروگرام میں خطاب کیا۔

شیخ سرفراز فیضی رحفظہ اللہ نے ۵رنومبر کو مسجد دارالقرآن والسنۃ (چمبور) میں خطاب کیا، ۶رنومبر کو رے روڈ میں البر فاؤنڈیشن کے پروگرام میں تقریر کی، ۲۰رنومبر کو چمبور کی مسجد اہل حدیث میں خطاب کیا، ۲۶ر نومبر کو وکھرولی میں مسجد محمدیہ (ٹیگورنگر) میں تقریر کی اور ۲۷رنومبر کو نالاسوپارہ میں جمعیت کے پروگرام میں خطاب کیا۔

شیخ کمال الدین سنابلی رحفظہ اللہ نے ۴رنومبر کو سلفی سوسائٹی (کرلا) کی مسجد اہل حدیث میں تقریر کی، ۶رنومبر کو جامع مسجد اہل حدیث سونا پور (بھانڈوپ) میں جمعیت کے پروگرام میں خطاب کیا، ۱۹رنومبر کو مسجد عمر (کرلا) میں تقریر کی، ۲۰ر نومبر (صبح ۱۱ربجے) کو چمبور کی مسجد اہل حدیث میں خطاب کیا، ۲۰رنومبر کو کمانی کی مسجد اہل حدیث میں جمعیت کے پروگرام میں تقریر کی، ۲۵رنومبر کو الہاس نگر ۳۔ کی مسجد اہل حدیث میں خطاب کیا، ۲۶رنومبر کو مسجد عمر نارائن نگر (کرلا) میں خطاب کیا اور ۲۷رنومبر کو کلمبولی کی مسجد اہل حدیث میں تقریر کی۔

شیخ ایوب اثری رحفظہ اللہ نے ۲۰رنومبر کو کمانی کی مسجد اہل حدیث میں صوبائی جمعیت کے پروگرام میں خطاب کیا۔

جمعیت اہل حدیث بھیونڈی کا ماہانہ اجتماع :

بتاریخ ۱۱/نومبر ۲۰۱۶ء بروز جمعہ بعد نماز عصر تا عشاء بمقام امان مسجد، امانی شاہ تکیہ، بھیونڈی میں جمعیت اہل حدیث ٹرسٹ بھیونڈی کے زیر اہتمام ماہانہ اجتماع زیر صدارت فضیلۃ الشیخ محمد مقیم فیضی حفظہ اللہ نائب امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی منعقد ہوا۔ جس میں بھیونڈی اور ممبئی کے معزز علماء وخطباء نے شرکت کی۔ تلاوت وحمد کے بعد پہلا خطاب 'نماز سے غفلت کیوں؟ اسکا انجام' فضیلۃ الاخ نجیب بقالی حفظہ اللہ کا تھا۔ آپ نے دوران خطاب فرمایا کہ ''نماز ایک اہم فریضہ ہے۔ قیامت کے دن سب سے پہلے اسی کے بارے میں سوال کیا جائیگا'' مزید انہوں نے کہا کہ ''اللہ کا خوف دلوں میں نہ ہونے کی وجہ سے نماز میں غفلت ہوتی ہے''۔ بعد نماز مغرب فضیلۃ الدکتور عبید الرحمن مدنی حفظہ اللہ نے ''اسلام کی سربلندی میں اسلاف کی قربانیاں'' جیسے اہم موضوع پر خطاب فرمایا۔ آپ نے دوران تقریر فرمایا ''اسلام کی سربلندی اور اس کی تعلیمات کو عام کرنے میں اسلاف نے ہر طرح کی قربانیاں پیش کیں نیز اس راہ میں ہر طرح کی مشقتوں اور پریشانیوں کو برداشت کیا'' مذکورہ موضوع کو دلائل اور سلف صالحین کے واقعات سے آشکارہ کیا۔ بعدہ فضیلۃ الشیخ عبدالحکیم مدنی حفظہ اللہ نے ''حیات صحابیات اور دورحاضر کی خواتین'' پر جامع ومدلل خطاب فرمایا۔ دوران خطاب آپ نے فرمایا ''صحابہ وصحابیات سے محبت ایمان کا جزء ہے اور ان سے عداوت کفرونفاق کی علامت ہے''۔ دورحاضر کی خواتین اسلام کو صحابیات کے واقعات کی روشنی میں مؤثر انداز میں سمجھایا نیز آپ نے کہا کہ ''ایک مثالی عورت کا کردار سماج کیبھلائی کی طرف رہنمائی کرنے میں ہوتا ہے''۔ ان کے بعد فضیلۃ الشیخ محمد عاطف سنابلی حفظہ اللہ نے ''عقیدہ توحید اوراسکے منافی امور'' موضوع پر بڑا ولولہ انگیز خطاب کیا۔ دوران خطاب آپ نے فرمایا ''توحید تمام نبیوں کا مشن رہاہے۔ تمام انسان عقیدہ توحید پر پیدا ہوتے ہیں''۔ مزید آپ نے کہا کہ ''معبودان باطلہ کا انکار از حد لازم ہے''۔ صدارتی کلمات فضیلۃ الشیخ محمد مقیم فیضی حفظہ اللہ نے پیش کئے۔ شیخ محترم نے صدارتی کلمات میں ''فتنہ'' جیسے اہم موضوع کو اٹھایا۔ آپ نے کہا کہ ''امت کے لئے یہ بھی ایک بہت بڑا فتنہ ہے کہ لوگ جاہلوں سے فتویٰ پوچھیں گے جو خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے'' مزید آپ نے فرمایا کہ ''شبہات جہالت کی بنا پر اور شہوت قلت صبر کی بنا پر پیدا ہوتی ہے۔ شیخ محترم کے دعائیہ کلمات سے اجتماع اختتام کو پہونچا۔ نظامت کی ذمہ داری فضیلۃ الشیخ شفیق الرحمن سلفی حفظہ اللہ نے نبھائی۔

مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ ''سونس'' کی سرگرمیاں:

سہ روزہ تربیتی کیمپ مورخہ 31 اکتوبر، یکم اور 2 نومبر سنہ 2016ء بروز پیر، منگل، بدھ۔ ضلعی جمعیت اہل حدیث رتنا گری کے زیر سرپرستی ''مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ ''سونس'' کے زیر اہتمام، بتعاون: ''روشنی گروپ کوکن، عقیدہ ومنہج اور اسلامی بنیادی تعلیمات پر مشتمل، دوسرا ''سہ روزہ تربیتی کیمپ'' بمقام: بیت السلام کمپلیکس، مہاڈ ناکہ کھیڈ رتنا گری منعقد ہوا، جسمیں الحمد للہ تقریبا 49 طلبہ شریک ہوئے، تلاوت قرآن کے بعد سب سے پہلے مدیر مرکز شیخ عبدالواحد انور یوسفی حفظہ اللہ نے ''تربیتی کیمپ'' کی غرض وغایت پر روشنی ڈالی، اور فضیلۃ الشیخ اسلم جامعی حفظہ اللہ کا تعارف پیش کیا۔

پھر شیخ اسلم جامعی حفظہ اللہ کا خطاب ہوا، جو چار نشستوں پر مشتمل تھا، شیخ محترم نے عقیدہ توحید کے فوائد نیز عقیدہ توحید میں خلل وبگاڑ کے اسباب کی بھی مفصل وضاحت فرمائی۔ بعد نماز عشاء اساتذہ مرکز نے مختلف حلقے بنوا کر بچوں کو اذکار وادعیہ کی مشق کروائی۔

دوسرے دن ابتداء میں شیخ عبد اللہ سنابلی حفظہ اللہ نے بچوں سے خطاب کیا، آپ نے ''تعویذ کی شرعی حیثیت پر مفصل گفتگو فرمائی۔

اسکے بعد فضیلۃ الشیخ ابوزید ضمیر حفظہ اللہ کا خطاب ہوا، جو تین نشستوں پر مشتمل تھا آپ نے وضوء، تیمم، مسح علی الخفین پر تفصیلی گفتگو فرمائی۔ بعد نماز عشاء اساتذہ مرکز نے مختلف حلقے بنوا کر بچوں کو اذکار وادعیہ کی مشق کروائی۔ تیسرے دن آپ کا خطاب دونشستوں پر مشتمل تھا جو ''طریقہ نماز'' پر تھا، سب سے پہلے شیخ نے نماز کی اہمیت کو واضح کیا، اور ''صلوا کما رائیتمونی اصلی''، نبی ﷺ کے طریقہ نماز کو احادیث سے مدلل کر کے پیش فرمایا۔ بعدہ اساتذہ مرکز نے بچوں کو نماز کی عملی مشق اپنی نگرانی میں کروائی۔

اسکے بعد تیسری نشست میں فضیلۃ الشیخ بلال ہرزک مدنی حفظہ اللہ نے خطاب کیا، آپ کا موضوع تھا ''اخلاق حسنہ'' آپ نے دوران خطاب اخلاق حسنہ کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے اسے عملی زندگی میں برتنے پر زور دیا۔

بعد نماز عصر سوال وجواب اور تقسیم انعامات کے بعد پروگرام بحسن وخوبی اختتام پذیر ہوا۔ تمام شرکاء وسامعین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے انھیں دین پر کاربند رہنے کی نصیحت کی گئی، خصوصا معلمین اور روشنی گروپ کوکن کے تعاون اور سرگرمیوں کی سراہنا کی گئی جس کی وجہ سے یہ پروگرام بآسانی منعقد ہوا۔

مضافاتی دورے: ۶ نومبر ۲۰۱۶ء بعد نماز مغرب شیخ مجاہد الاسلام سنابلی نے فرس کی جامع مسجد میں ''نعمتوں کی ناقدری کیوں؟'' پر خطاب کیا اور اسی دن بعد نماز مغرب شیخ فضل الرحمن سنابلی نے ادھلے کی جامع مسجد میں ''فکر آخرت'' پر خطاب کیا۔

ماہانہ اجتماع: ۱۳ نومبر ۲۰۱۶ء ضلعی جمعیت اہل حدیث رتنا گری کی زیر سرپرستی ''مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ'' سونس' کا ''تینتیسواں ماہانہ اجتماع'' زیر صدارت ''عبدالواحد انور یوسفی'' عصر تا مغرب، مسجد ''بیت السلام مہاڈ ناکہ کھیڈ'' میں منعقد ہوا، جس میں فضیلۃ الشیخ اسلم جامعی حفظہ اللہ امام وخطیب جامع مسجد کولھا پور نے ''راہ نجات کی نشاندہی'' پر خطاب فرمایا، آپ نے دنیاوی اعتبار سے گناہ سے نجات کے راستوں کی نشاندہی فرمائی اور فرمایا اس کے ذریعہ سے اخروی نجات کا راستہ ہموار ہوجاتا ہے روزہ، نماز، حج، زکوۃ یہ اخروی نجات کے راستے ہیں، اسی طرح سود، شراب، زنا، فحاشی وغیرہ سے چھٹکارا حاصل کرلینا بھی راہ نجات کو آسان اور سہل بنانے کی ایک کامیاب کوشش ہے اور دونوں لازم وملزوم ہیں۔

اختتام پروگرام پر شیخ عبداللہ سنابلی نے سامعین کے ذوق وشوق کو سراہا، اور ان کا شکریہ ادا کیا۔ ❖ ❖ ❖

Special Issue "AL-JAMAAH" Mumbai
December 2016

Published by :

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 70.
Phone : 022-26520077 / Fax : 022-26520066 • ahlehadeesmumbai@gmail.com
@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.org • aljamaahmonthly@gmail.com